امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 جولائی 2018ء بمطابق ذی قعدہ 1439ھ شمارہ 5

جوزجان میں امارت اسلامیہ کی کامیاب کارروائی اور داعش کی رسوائی

عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے

شیخ الحدیث مولوی ھبت اللہ اخندزادہ صاحب کا پیغام

الخندق آپریشن کامیاب کیوں؟

سعودی اہلِ خیر بارے امریکا کے مکروہ عزائم

الخندق آپریشن کی میڈیا کوریج

یک طرفہ فتویٰ مسئلے کا حل نہیں

افغانی دیوبند پر سیکولرز کا حملہ

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقره التقویٰ ههنا [ویشیر الی صدره ثلاث مرارٍ] بحسب امرءٍ من الشر ان یحقر اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔ [رواه مسلم]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے [لہذا] نہ خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ نہ اس کی تحقیر کرے [حدیث کے روای ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک کی طرف تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا] تقویٰ یہاں ہوتا ہے کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اوراس کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی ہر وہ چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے [یعنی اس پر دست درازی حرام ہے] اس کا خون بھی اس کا مال بھی اوراس کی آبرو بھی۔ [صحیح مسلم]

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

عوام کی خوش حالی سے متعلق:

امارت اسلامیہ افغان عوام کی دنیوی زندگی کی خوش حالی کے لیے معاشی ترقی، تعمیرنو، سرمایہ کاری اور مختلف معاشی پالیسیاں اختیار کرنے کو زندگی کی اہم ضرورت سمجھتی ہے۔ افغانستان کے دولت مند حضرات اور تعلیم یافتہ طبقے پر دیگر افغان باشندوں سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ ملک کے مستقبل بارے قابلِ عمل اور نتیجہ خیز منصوبوں غوروفکر کریں۔ یہ ملک آپ کے ذریعے ترقی کرے گا۔ یہ ملک آپ کے سکون اور آرام کی جگہ ہے۔ یہ ملک ہمارا اور آپ کا مشترکہ گھر ہے۔ اس بارے ہم سب کی ایک ہی ذمہ داری ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۷/ رمضان المبارک ۱۴۳۹ / جولائی ۲۰۱۸ / شمارہ ۵

مدیر اعلیٰ ولید افغان

نائب مدیر شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ : مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

جوزجان میں امارت اسلامیہ کی کامیاب کارروائی اور داعش کی رسوائی 2

ملا محمد عمر مجاہد ایک حلیم الطبع انسان 4

ترکی الیکشن اور طیب اردگان 6

یک طرفہ فتاوی مسئلے کا حل نہیں 8

سی آئی اے کے خصوصی کارندے نشانے پر 10

کابل میں منعقدہ کانفرنس بارے امارت کا موقف 12

افغانی دیوبند پر سیکولرز کا حملہ 14

الحدیدہ کی نئی جنگ 16

سعودیہ میں درباری علماء کی کانفرنس 18

الخندق آپریشن کی خصوصیات 20

المناک واقعات اور دوہرا معیار 21

الخندق آپریشن کی میڈیا کوریج 23

افغان جنگ اور امریکی حالت 24

انڈونیشیا اجلاس: کیا کھویا کیا پایا؟ 26

سعودی اہل خیر بارے امریکا کے مکروہ عزائم 28

شام میں روس و امریکا کی کٹھ پتلیاں 30

امریکا ناکام ہے 31

الخندق آپریشنز کامیاب کیوں؟ 32

پیارے سپاہی اب آجاؤ! 33

آپ کا کیا خیال ہے؟ 34

درندہ صفت حوثی اور یمنی عوام 37

کٹھ پتلی حکومت کے خلاف عوامی احتجاج 38

فتوی ایمان فروشوں کا 39

جنگی جرائم مئی ۲۰۱۸ 40

افغانستان جون ۲۰۱۸ میں 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

جوزجان میں امارت اسلامیہ کی کامیاب کارروائی اور داعش کی رسوائی

تمام مخلص مسلمانوں کے لئے عموماً اور اہل وطن کے لئے خصوصاً ایک بڑی خوش کن خبر ہے جسے عالمی میڈیا نے بھی نشر کیا ہے اور وہ یہ کہ صوبہ جوزجان کے قوشتیپی اور درزاب اضلاع کے تمام علاقوں کو مجاہدین نے فتح کرلیا ہے اور ان علاقوں سے داعشیوں کا صفایا کر دیا ہے، جس کی بدولت پورا شمال داعشی فتنے سے محفوظ و مامون ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں اضلاع میں داعش نے اپنے پنجے گاڑ لیے تھے، ان اضلاع کو اپنا مرکز بنالیا تھا یہیں سے دیگر شمالی علاقوں پر دست درازیاں کرتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری اس جنگ میں دشمن کی طرف سے دیئے جانے والے مذموم ٹارگٹ کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی وجہ سے امارت اسلامیہ نے اسے خطرناک سمجھتے ہوئے پوری تیاری کے ساتھ مختلف اطراف سے حملہ کیا لیکن چونکہ امریکی فضائی فوج داعش کو بچانے کی خاطر مسلسل مجاہدین پر بمباری کر رہی تھی اس لئے مجاہدین بڑی احتیاط کے ساتھ پیش قدمی کر رہے تھے جس کی وجہ سے یہ لڑائی تقریباً ۲۴ دنوں تک جا پہنچی یہاں تک کہ یکم اگست کو یہ جدوجہد پایہ تکمیل تک پہنچ گئی اور داعش کے آخری مراکز بھی فتح ہو گئے۔ اور علاقہ مکمل طور پر داعشی فتنہ گروں سے خالی ہو گیا۔

اس جنگ میں ۹۲ داعشی غنڈے مارے گئے جبکہ ۱۲۸ مجاہدین کے ہاتھوں زندہ پکڑے گئے ہیں۔ داعشی سربراہ مولوی حبیب اللہ، اس کا نائب مفتی نعمت اور انکے روابط واطلاعات کا مسئول ملا صبغت اللہ سمیت ۲۱۶ افراد مجاہدین کے محاصرے میں تھے جنہیں کابل کے کٹھ پتلی ادارے نے ہیلی کاپٹر بھیج کر نامعلوم مقام کی طرف منتقل کر دیا اور بعد میں جھوٹی خبر نشر کردی کہ طالبان کے محاصرے میں محصور داعش کے سربراہ سمیت ۲۱۶ مسلح افراد نے کابل حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں جنہیں سیکورٹی فورسز نے حفاظت کے ساتھ علاقہ سے منتقل کر دیا ہے۔

افغانوں کی بیش بہا مالی وجانی قربانیوں کی بدولت امارت اسلامیہ کے ہاتھوں افغانستان میں نافذ ہونے والا سچا اسلامی نظام امریکہ کی قیادت میں مغربی غاصبین کے حملوں کے نتیجہ میں ختم ہوا اور انہی غاصبین نے ملک پر قبضہ کرلیا جو تاحال جاری ہے۔ امارت اسلامیہ انہی بیرونی غاصبوں کو اپنا اصل دشمن سمجھتی ہے اور ان سے اپنے ملک وقوم کی آزادی دلانے کے لئے جہاد کا اعلان کیا ہے۔

بیرونی غاصب قوتوں کے ہاتھوں مختلف ناموں سے بننے والے افغان فورسز بھی ان غاصب قوتوں کے شانہ بہ شانہ مجاہدین کے خلاف لڑ رہے ہیں اور ان کے لئے ڈھال بنے ہوئے ہیں، امارت اسلامیہ ان فورسز کو شرعی اصولوں کے پیش نظر غاصب دشمن سے کم نہیں سمجھتی اور مکمل خلوص کے ساتھ ان کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہے۔

لیکن افغانی نوجوان جو اس طرح بیرونی قوتوں کا آلہ کار بن کر مجاہدین کے ہاتھوں مارے جاتے رہیں تو یہ بات امارت اسلامیہ کے کو پسند نہیں بلکہ امارت اسلامیہ اس بات پر افسوس کا اظہار کرتی ہے، دن رات یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ نوجوان بیرونی قوتوں کے ہاتھوں پامال ہونے سے بچ جائیں، توبہ تائب ہو کر دین اور ملت کے پاسبان بنیں یا کم از کم مجاہدین کے مقابلے میں جنگ سے باز آجائیں۔

وطن عزیز میں جب مجاہدین کے روپ میں داعش کے نام سے ایک گروہ ظاہر ہوا، جس کے کارندے علماء کرام اور بے گناہ رہنمایان قوم کو قتل کرتے، امارت اسلامیہ کے خلاف جنگ کو جہاد سمجھتے، اسلامی مزاج اور اصول کے برعکس پر تشدد احساسات وجذبات سے بھرپور تقریروں کے ذریعے کم فہم وکم علم نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرتے اور پھر انہیں مسلمانوں کے قتل عام میں استعمال کرتے۔ تو یہ صورتحال امارت اسلامیہ کے لئے امریکہ کے ہاتھوں بننے والی فورسز اور ملیشیا سے زیادہ خطرناک اور افسوس ناک تھی اس لئے کہ یہ چیز عین ان دنوں میں ظاہر ہوئی تھی جب بیرونی قوتوں کی شکست یقینی تھی اور یہ عراق اور شام کی طرح جہادی صف میں ایک بڑی دراڑ ڈالنے اور مسلمان کو مسلمان ہی کے ہاتھوں قتل کرنے کی ایک بڑی سازش تھی، اس لئے امارت اسلامیہ نے اس مسئلہ کو اہم سمجھا اور داعش کے نوزائیدہ قائدین کے پاس وفود بھیجے تاکہ یہ بہکائے گئے لوگ واپس سیدھی راہ پر آجائیں لیکن داعشی سربراہان نے دلیل، منطق اور شرعی اصولوں کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ اپنے خود ساختہ خلیفہ کی ہر بات کو ہر اصل سے اہم سمجھتے رہے اور اپنی اسی ضد پر قائم رہے کہ امارت اسلامیہ کے قائدین امارت کو کالعدم قرار دیکر داعش کے تابع ہو جائیں۔ تو امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ یہ مجاہدین کے بیچ دراڑ ڈالنے، اس مقدس جہادی سلسلہ کو کمزور کرنے اور ایک شرمناک شکست سے بچنے کے لئے وہی سازش ہے جو امریکہ نے شام اور عراق میں اسی داعش کے ہاتھ چلی تھی جس کے نتیجہ میں وہاں کے

مجاہدین کو بے حد نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔اور عراق میں جاری وہ کامیاب جہاد جس نے پورے مغرب کو لرزا کر رکھ دیا تھا اور امریکہ و برطانیہ کو ناکوں چنے چبوائے تھے، یک دم رک گیا اور مجاہدین کی فتح شکست میں بدل گئی۔ بیرونی غاصب قوتوں اور دشمن کے کٹھ پتلی ادارے پھر سے اس قابل ہو گئے کہ مجاہدین کے فتح کردہ علاقوں کو اپنے کنٹرول میں کر سکیں اور وہاں موجود مسلمانوں کو بڑی ذلت ورسوائی اور ظلم وسربریت سے دوچار کر سکیں۔

خوش قسمتی سے یہاں امارت اسلامیہ کی واحد اور مدبر قیادت کی بدولت بروقت اور اچھے انداز میں اس فتنے کی روک تھام کی طرف توجہ دی گئی اور بہترین انداز میں اقدامات کئے گئے، اس کے ساتھ ساتھ قوم کو بھی حقائق سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا گیا اور ایسے کئی شواہد پیش کئے گئے جن سے معلوم ہوا کہ کٹھ پتلی ادارے اور بیرونی غاصب قوتوں کے ساتھ داعش کے مضبوط روابط موجود ہیں۔ سب سے بڑی دلیل درزاب کے علاقہ میں طالبان کے محاصرے سے ان کو بھگا کر لے جانے کے لئے ہیلی کاپٹرز بھیجنا ہے، یہ ایک ایسی دلیل ہے جسے کابل کا کٹھ پتلی ادارہ اور غاصب قوتیں بھی رد نہیں کر سکتیں۔

امارت اسلامیہ کا ہمیشہ سے یہی کہنا ہے کہ ملک کے مختلف اطراف میں جہاں بھی عام شہریوں کا قتل عام ہوتا ہے اس میں کابل ادارہ اور بیرونی غاصب قوتوں کا ہاتھ ہوتا ہے، اس واقعہ سے اس بات کی صداقت اہل وطن پر خوب عیاں ہو گئی۔ اس لئے کہ انہی داعشیوں نے گزشتہ دنوں جلال آباد سے گردیز تک مختلف حملوں میں درجنوں شہریوں کو ہلاک کیا ہے۔

کابل ادارہ اور بیرونی غاصب کو اب یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ ملک میں بدامنی پھیلانے، داعش کے ہاتھ شہریوں کو ہلاک کرنے اور جنگ کو طول دے کر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی پالیسی اور قول وفعل میں تضاد اور منافقت کا اب دنیا کو پتہ چل چکا ہے اور امارت اسلامیہ کی حقانیت اور معقول موقف سے بھی قوم آگاہ ہو چکی ہے۔ اب وہ دن دور نہیں کہ پوری ملت ایک آواز پر غاصبین اور ان کے کٹھ پتلیوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہو گی اور ہمیشہ کے لئے ان کے ناپاک وجود سے سرزمین افغانستان کو پاک وصاف کرے گی۔ ان شاء اللہ

ملا محمد عمر مجاہد ایک حلیم الطبع انسان

خبیر احمد مجاہد

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کو دو مرتبہ قریب سے دیکھا ہے۔ آپ دو مرتبہ قندھار سے صوبہ لوگر آئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا، جب کابل فتح نہیں ہوا تھا۔ جنگ ابھی چہار آسیاب، سنگ نویشتی اور ریش خورو کی پہاڑیوں پر شروع جاری تھی۔ آپ کا پہلا سفر صوبہ لوگر کے چہار آسیاب کے سقوط کے غالباً دو ماہ بعد ہوا تھا۔ جب کہ دوسرا سفر تقریباً پانچ ماہ بعد ہوا۔ دونوں اسفار کا مقصد کابل فتح کرنے سے متعلق چہار آسیاب اور میدان شہر کے صفِ اول کے مجاہدین کے ساتھ مشاورت تھا۔ چوں کہ تب ذمہ داریاں اتنی زیادہ نہیں تھیں۔ میں بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ صوبہ لوگر میں رہائش پذیر تھا۔ رہنماؤں کی طرف سے جو خدمت سپرد کی جاتی تھی، بخوشی انجام دیتا تھا۔ ملا صاحب کی دونوں مرتبہ آمد کے موقع پر آپ کی خدمت ہماری ذمہ تھی۔ تب ملا صاحب کے ساتھ ملاقات کے وقت ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ جب ایک مرتبہ مولانا حسن جان مدنی رحمہ اللہ گورنر ہاؤس میں ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ اور دوسری مرتبہ تب، جب قندھار میں افغانستان بھر سے جید علمائے کرام مجلسِ قضاء سے متعلق ایک اہم مسئلے پر گفت وشنید کے لیے مدعو تھے۔

میں صوبہ لوگر سے دو جید علمائے کرام ساتھ ان کے خادم کے طور پر ساتھ آیا۔ یہاں بھی ملا صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ملا صاحب مرحوم جب پہلی مرتبہ لوگر آئے تو تب ملا یار محمد گورنر تھے۔ دوسری مرتبہ کے وقت مولوی عبدالکبیر صاحب گورنر تھے۔ آخری بار لوگر میں چوبیس گھنٹے گزارنے کے بعد دوبارہ قندھار تشریف لے گئے۔ یہ چوں کہ بالکل ابتدائی دور تھا۔ پورے صوبہ لوگر میں دو تین گاڑیاں تھیں۔ جب ملا صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مولوی عبدالکبیر صاحب سے کہا کہ 'ایک آدمی میرے ساتھ بھیج دیں، تاکہ میں ان کو گاڑی دوں، جس سے آپ کام چلا لیا کریں۔ جس پر مولوی عبدالکبیر نے راقم الحروف اور لوگرہی کے باشندے مولوی امیر اللہ کو روانہ کیا۔ ملا صاحب نے لوگر میں اپنے ساتھیوں سمیت کوئی پانچ چھ گھنٹے ہیلی کاپٹر کا انتظار کیا، جو قندھار سے آنے والا تھا، لیکن بوجوہ نہ پہنچ سکا۔ بالآخر ملا صاحب نے اپنے پرانے دوست ملا رحمت اللہ شہید، جو سویت یونین کے خلاف جہاد کے وقت سے ملا صاحب کے دوست تھے، سے کہا کہ 'ہمیں قندھار پہنچانے کے لیے آپ اپنی دو فور بائی فور گاڑیاں دے دیں۔' جس پر ملا رحمت اللہ نے ملا صاحب سے ازراہِ تفنن کہا کہ 'اگر آپ ہم سے گاڑیاں لیں گے تو ہم چہار آسیاب تک کیسے جائیں؟' ملا صاحب نے جوابی مزاح میں فرمایا کہ 'سڑک پر عام مسافروں کی گاڑیاں چلتی ہیں، ان میں سوار ہو جائیں۔' اس دوران دوسرے ذمہ دار حضرات جیسے ملا داد اللہ شہید، ملا بور جان شہید، ملا عبدالرزاق اور ملا مشر شہید میں سے ہر ایک نے ملا صاحب کو اپنی گاڑی پیش کی، لیکن آپ نے ملا رحمت اللہ شہید کی گاڑی لی۔

بالآخر لوگر سے براستہ تنگی وردگ قندھار روانہ ہوئے۔ ہم دونوں ساتھی گاڑی میں جگہ بہت تنگ ہونے کی وجہ سے چھت پر سوار تھے۔ راستہ خراب ہونے کی وجہ سے گرد و غبار بہت زیادہ تھا۔ میں نے لوگر کے رہائشی ساتھی سے کہا کہ 'اگر قندھار تک راستے کی یہی حالت رہی تو ہماری بھی حالت خراب ہو جائے گی۔' اس سفر میں ملا صاحب کے دس بارہ محافظ بھی ساتھ تھے۔ جب ہمارا قافلہ تنگی وردگ کی حدود سے نکل گیا تو ہم تھکاوٹ اتارنے کے لیے کچھ دیر رُک گئے۔ جب ہم روانہ ہوئے تو گاڑی میں بیٹھے ساتھیوں نے گنجائش پیدا کر کے ہمیں اندر آ جانے کا کہا۔ ہم نے انکار کیا کہ نہیں، ہم یہیں خوش ہیں۔ جس پر ملا صاحب نے بھی ہمیں اندر بیٹھنے کا کہا۔ ہم تعمیلِ حکم میں اندر جگہ لے کر بیٹھ گئے۔ جب ہم وردگ سالار کے علاقے میں پہنچ گئے تو ملا صاحب کے ایک ساتھی نے راستے میں ایک ہوٹل کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ 'اس ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔' ملا صاحب نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور قافلہ دوبارہ رُک گیا۔ پہلے نماز پڑھی گئی۔ بعد ازاں کھانے کے لیے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ جب ہم نے کھانا کھالیا تو غالباستر یا بچھتر ہزار (کرنسی بے حد ڈاؤن تھی) کا بل بن گیا، جو ملا گل آغا نے ادا کیا۔ اس دوران ملا صاحب نے ان سے کہا کہ 'پانچ ہزار اضافی دے دیں۔ اگر کسی ساتھی نے کوئی چیز زیادہ منگوائی ہو تو اس کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔' ہوٹل سے نکلتے ہوئے میں نے مین سے پوچھا کہ 'اس شخص کو جانتے ہو، جس نے پانچ ہزار روپے زیادہ دینے کا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، یہ طالبان ہیں۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ ہمیشہ کھانے کا بل ادا کر کے جاتے ہیں۔ اس سے قبل دیگر تنظیموں کے لوگ بھی آتے تھے، جو بل بھی ادا نہیں کرتے اور گالیاں بھی دیتے تھے کہ کھانا اچھا نہیں ہے۔ طالبان تو یہاں آتے رہتے ہیں، لیکن ہمارا حق کبھی نہیں مارا۔'

یہاں سے روانہ ہوئے تو کچھ ہی دیر میں اوپر سے ہیلی کاپٹر بھی آ گئے۔ ہم نے اشارہ کر کے اُترنے کا کہا، لیکن شاید وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے اور لوگر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر مقامی حکام نے انہیں بتایا کہ ملا صاحب زمینی راستے سے گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر واپس آیا اور تقریباً سوا گھنٹے بعد دوبارہ ہمارے سروں سے گزر گیا۔ تب ہم بھی غزنی تک پہنچ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر غزنی شہر کے ائیر پورٹ پر اتر گیا۔ ہم وہیں گئے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر قندھار روانہ ہو گئے۔ تقریباً عشاء کے بعد ہم قندھار ہوائی اڈے پر اترے۔ اس وقت کے وزیرِ ٹرانسپورٹ اور امارت کے سابق امیر ملا اختر محمد منصور صاحب رحمہ اللہ نے ملا صاحب کا استقبال کیا۔ ملا صاحب نے ان سے ہمارا تعارف کرایا۔ پھر ہم سے کہا آپ کی مرضی ہے، میرے ساتھ شہر جائیں یا یہیں ٹھہریں۔ اتنے میں ملا منصور صاحب نے ملا صاحب سے کہا کہ دونوں ساتھی میرے ساتھ ٹھہریں گے۔ میں صبح آپ کے پاس بھجوا دوں گا۔ اُن کے پاس بہت مزے دار اور پُر سکون رات گزاری۔ اگلی صبح ملا منصور کی ہدایت پر ائیر پورٹ کی فلائنگ کوچ میں ملا صاحب کے دفتر پہنچا دیے گئے۔ وہاں پہنچ کر ملا صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع دی گئی تو دس منٹ میں آپ نے قندھار کے گورنر کے نام ایک خط لکھا، جسے بلا کم و کاست نقل کیا جا رہا ہے:

'محترم حاجی آقا کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

صوبہ لوگر کے گورنر کے لیے ایک اچھی سی فور بائی فور گاڑی دے دیں۔

دستخط امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ'

اس کے بعد ہم انحصارات ریاست چلے گئے۔ وہاں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں، جن میں سے ایک ہمیں دے دی گئی۔ ہم گاڑی لے کر روانہ ہو گئے۔ دوران سفر میں نے امیر المؤمنین کی ایک ایک سرگرمی کو بہت قریب اور پوری توجہ و انہماک سے دیکھا تو مجھ پر تین حقیقتیں عیاں ہوئیں۔ ایک یہ کہ وہ حد درجہ نرم مزاج اور حلیم الطبع انسان تھے۔ دوران سفر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت بے تکلف رہتے تھے۔ کسی طرح کا بڑا پن ان کی شخصیت میں نہیں تھا۔ یوں دِکھتے، جیسے وہ کوئی عام شخص ہوں۔ دوسرا یہ کہ حقوق العباد کے سب سے زیادہ پاس دار تھے۔ اپنے ساتھیوں کے حلال خورد و نوش کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ جس کی ایک مثال دوران سفر ہوٹل والے کو بل سے اضافی رقم دینا ہے۔ تیسرا یہ کہ اپنے ماتحت لوگوں پر حد درجہ مہربان تھے۔ جس کی مثال دوران سفر ہمیں گاڑی کی چھت سے اُتار کر اندر بٹھانا ہے۔ ہم سے بار بار پوچھتے کہ 'تنگ تو نہیں ہوئے؟' تاکہ ہم یہ خیال نہ کر سکیں کہ وہ صرف اپنے ہی ساتھیوں کو جانتے اور صرف انہی کا حال پوچھتے ہیں۔ قندھار ائیر پورٹ پر ہم سے تب تک جدا نہ ہوئے، جب تک رات گزارنے کے لیے ہماری مرضی معلوم نہیں کی۔

آپ رحمہ اللہ کے مخالفین طعنہ زن ہیں کہ ملا صاحب کے مزاج میں اکڑ پن تھا۔ وہ کسی سے بات کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ وہ تنگ نظر تھے وغیرہ۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ ایک مختصر یادداشت تھی، جسے نقل کیا گیا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ وہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے تمام جہادی کارنامے، مصائب، امتحانات اور مشقتیں اپنے دربار میں قبول و مقبول فرمائیں۔ آپ رحمہ اللہ کی محنتوں سے قائم ہونے والی امارت اسلامیہ کی بنیادی مزید مضبوط فرما کر موجودہ امیر المؤمنین حضرت شیخ صاحب کے عمر میں برکت ڈال دیں۔

آمین یارب العالمین

ترکی الیکشن اور طیب اردگان

حسن مومند

ترکی میں ہونے صدارتی الیکشن میں ایک بار پھر طیب اردگان 52.38 فیصد ووٹ لے کر کامیاب ہوگئے۔ وہ آئندہ 5 سال کے لیے ترکی کے صدر منتخب ہوگئے۔ یہ پوری جمہوری دنیا کے واحد حکمران ہیں، جو مسلسل پانچویں بار کامیاب ہوئے ہیں۔ یاد رہے طیب اردگان نے صرف اپنے حامیوں یا اپنی تنظیم کے ووٹوں سے کامیابی حاصل نہیں کی، بلکہ ان کی کامیابی ترکی کی مشہور نیشنلسٹ تنظیم کے ساتھ اتحاد کے نتیجے میں یقینی ہوئی ہے۔ اس تنظیم نے 11.3 فیصد ووٹ حاصل کیے تھے اور انصاف و ترقی پارٹی کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے اپنے ووٹ طیب اردگان کو دے دیے، جس کے نتیجے میں طیب اردگان کو 50 فیصد سے زیادہ ووٹ مل گئے۔ گزشتہ سال ترکی میں صدارتی نظام کے نفاذ کے لیے ریفرنڈم کیا گیا تھا، جس میں اسی تنظیم نے صدارتی نظام کے حق میں رائے دی تھی۔ جس سے صدارتی نظام کے حامیوں کے ووٹ 15.5 تک پہنچ گئے تھے۔ حالیہ الیکشن میں بھی پارلیمانی الیکشن ہوئے تھے۔ جس میں طیب اردگان کی تنظیم نے 6 سو میں سے 295 سیٹیں حاصل کی تھیں اور ان کی اتحادی تنظیم نے 49 سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح پارلیمنٹ میں طیب اردگان کی تنظیم اور اتحادی جماعت کو اکثریت حاصل ہوگئی۔ چناں چہ وہ اپنا وزیر اعظم لے آئے۔ چوں کہ نظام صدارتی ہے، اس لیے کابینہ کے اراکین پارلیمنٹ سے لیے جائیں گے۔ اگر کوئی رکنِ پارلیمنٹ کابینہ کا حصہ بننا چاہتا ہے تو اسے پارلیمنٹ سے استعفا دینا ہوگا۔

ترکی حکومت نے دعوی کیا ہے کہ اس الیکشن میں ووٹ کی اہلیت رکھنے والے 87 فیصد ترک عوام نے ووٹ کا استعمال کیا ہے۔ اگر حکومت کا یہ دعوی درست ہے تو یہ اتنا بڑا فیصد ہے، جس کی مثال امریکا اور یورپین ممالک کے الیکشنز میں بھی نہیں ملتی۔ حالیہ الیکشن میں 56 ملین لوگوں نے شرکت کی۔ ترکی کی 95 سالہ تاریخ میں یہ الیکشن اس لیے اہم تھا کہ اس میں ترکی کے سیاسی نظام کی تبدیلی کا فیصلہ ان سے مشروط تھا۔ ترکی کے حالیہ الیکشن میں 6 امیدواروں نے حصہ لیا۔ ان میں سے سب سے طاقت ور امیدوار 64 سالہ طیب اردگان تھے۔ دوسرے نمبر پر کمال اتاترک کی تنظیم ریپبلکن پیپلز کے سربراہ محرم اینجہ تھے۔ انہوں 30.6 فیصد ووٹ لیے۔ تیسرے نمبر پر 5 کرد سیاسی تنظیموں کے مشترکہ امیدوار اور پیپلز ڈیموکریٹک تنظیم کے سربراہ صلاح الدین دمرتاش ہیں۔ انہوں نے 8.4 فیصد ووٹ حاصل کیے۔ یہ 2016 میں ہونے والے صدارتی الیکشن میں بھی 7.9 فیصد ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر تھے۔ 2016 میں ہونے والی ناکام فوجی بغاوت کے بعد فوج سے تعاون اور باغی تنظیم P.K.K سے روابط کے الزام میں انہیں جیل میں بھی ڈالا گیا۔ چوتھے نمبر پر نیشنلسٹ تنظیم حزب الخیر کی سربراہ میرال آکشنر نامی خاتون تھیں۔ وہ 1996 اور 97 میں وزیر داخلہ رہ چکی ہیں۔ انہوں نے حالیہ الیکشن میں 7.3 فیصد ووٹ حاصل کیے۔ سعادت تنظیم کے سربراہ کرم اللہ اوغلو 0.9 فیصد ووٹ حاصل کر کے پانچویں نمبر پر رہے۔ جب کہ دوغو برینچک 0.2 فیصد ووٹ لے کر چھٹے نمبر پر رہے۔

2016 مغرب کے اشارے پر ترکی فوج کی ناکام بغاوت کے بعد پورا مغربی میڈیا طیب اردگان کے خلاف پروپیگنڈے میں لگ گیا۔ برطانوی اخبار ڈیلی میل اور گارڈین ٹائمز، امریکا کے نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ، جرمنی کے الجیمین ژی ٹنگ، فرانس کے لی مونڈلی فیگارو جیسے مشہور اخبارات مسلسل یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ طیب اردگان انتظامیہ بہت بڑے کرپشن میں ملوث ہے۔ طیب اردگان چاہتا ہے ترکی میں شاہی نظام قائم کیا جائے۔ سیکولر ترکی کو اسلامی ترکی بنا دے۔ اس پروپیگنڈے نے ترکی سے باہر اور اندر طیب اردگان اور ان کی جماعت سے متعلق ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ اس سے ان کی مقبولیت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ مغرب کا وہ بے بنیاد پروپیگنڈا بے جان رہا۔ ایک بار پھر ترک عوام نے طیب اردگان کو اپنی سربراہی کے لیے منتخب کر لیا۔

طیب اردگان کے گزشتہ 17 سالوں میں ترکی میں سماجی، تعلیمی، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں بڑی کامیابیاں دیکھنے کو ملی ہیں۔ جب کہ مذہبی بنیادوں پر بھی کافی کچھ بہتری دیکھی جارہی ہے۔ ترکی کا اسلام پسند طبقہ اسی وجہ سے اردگان کو ووٹ دیتا ہے۔ اردگان نے بہت بڑا اقتصادی انقلاب برپا کرنے کے لیے منصوبہ تشکیل دیا۔ اس کے لیے 2023 کو اپنا ہدف بنایا۔ طیب اردگان نے ترکی میں تیل کی تلاش کے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ترکی سے یورپ گیس منتقلی کے لیے TANAP نامی پائپ لائن منصوبے پر کام کیا۔ اسلحہ سازی کے ایسے چھوٹے کارخانے قائم کیے، جن میں جنگی ہیلی کاپٹر، ٹینک اور ڈرون طیارے بنائے جاتے ہیں۔ گاڑیاں بنانے کے چھوٹے کارخانے قائم کیے۔ معدنیات کی تلاش کے لیے بھی بہت سے منصوبے تشکیل دیے۔ اسی طرح استنبول میں دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈا بنایا گیا۔ اس کے افتتاح کی تیاری جاری ہے۔ امید ہے، بہت جلد یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا۔

ترکی میں سیاحت کو بھی بہت ترقی دی گئی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاروں کو بہت سی آسانیاں فراہم کی گئی ہیں۔ جس سے بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا ہے۔ طیب اردگان کے سب سے بڑے مخالف فریق کمال اتاترک کی تنظیم ریپبلکن پیپلز کے رہنما محرم اینجہ ہیں۔ انہیں سیکولر اور نیشنلسٹ ترک شہریوں میں کافی مقبولیت بھی حاصل ہے۔ وہ صدارتی الیکشن کی الیکشن مہم میں موٹر سائیکل پر گھومتے اور ترک عوام کو قوم پرستی پر ابھانے کے لیے مؤثر تقریریں کرتے۔ طیب اردگان اور ان کی تنظیم کے خلاف نفرت انگیز تقریریں کرتے۔ وہ نعرہ لگاتے کہ ترکی کی ترقی کے لیے شامی شہریوں کو نکالنا اور ترکی میں پارلیمانی سیاسی نظام کا قیام سب سے بڑی ضرورت ہے۔ خلافت عثمانیہ کے بعد ترکی کی 95 سالہ تاریخ میں پہلی بار تمام اختیارات صدر کو منتقل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد حکومت کے وزراء، تمام ججوں، گورنرز اور جنرلز کی معزولی اور تعیناتی کے تمام اختیارات صدر کے ہاتھ میں ہوں گے۔ وزیر اعظم اور پارلیمنٹ معاملات میں بے اختیار ہوں گے۔ اس سے ترکی کی اسلامائزیشن کی راہ کی بڑی رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ ترکی کا قبلہ مغرب سے اسلامی ممالک کی جانب پھیرنے میں 17 سالوں میں طیب اردگان کو جن مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا تھا، وہ انہیں اپنی وزارت عظمی کے ادوار میں ختم کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اب وہ تمام رکاوٹیں دور کر سکیں گے یا ان میں بڑی حد تک کمی آجائے گی۔

اردگان نے گزشتہ 17 سالوں میں دنیا کے کمزور مسلمانوں پر جاری مظالم کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھائی ہے۔ مسلمانوں کے قبلہ اول کے لیے ایک میز پر تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ اسلامی ممالک کے درمیان اختلافات اور جنگی فضا کے خاتمے کے لیے بھی ہمیشہ قدم اٹھایا ہے۔ حالیہ الیکشن میں طیب اردگان کی کامیابی اس لیے بھی زیادہ اہم ہے کہ وہ 2023 کا انتظار کر رہے ہیں، جب مغرب سے کیا گیا معاہدہ لوزین ختم ہوگا۔ تب ترکی کو صحیح معنوں میں آزادی حاصل ہوگی۔ اُس معاہدے کے مطابق ترکی اپنے ملک میں تیل اور گیس نہیں نکال سکے گا۔ ترکی کے باسفورس سمندر سے گزرنے والوں جہازوں سے ترکی کسی قسم کا ٹیکس نہیں لے سکتا۔ امریکا اور مغرب چاہتے ہیں کہ ترکی میں ایک کمزور حکمران ہو۔ پھر کمزور ترکی کو مجبور کرکے معاہدہ لوزین کو طول دیا جائے۔ طیب اردگان کی حالیہ کامیابی نے مغرب کی تمام امیدیں خاک میں ملا دی ہیں۔

ترکی میں نفاذِ اسلام اچھی خواہش ہے، مگر طیب اردگان نے حالیہ الیکشن مہم یا اس سے پہلے کبھی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ ترک عوام کے لیے سب سے اہم ترکی، ترک قوم اور ان دونوں کی ترقی ہے۔ ترک عوام ووٹ بھی انہی کو دیتے ہیں، جو اچھی خدمت کرتے ہیں۔ طیب اردگان سمیت کسی امیدوار نے اپنی مہم میں اپنے ملک اور عوام کے علاوہ کسی چیز کا ذکر نہیں کیا۔ اس حوالے سے کسی مغالطے کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ترکی سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کرنی چاہییں۔ ترکی ابھی ان تمام معاملات سے بہت دور ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ طیب اردگان ایسے طاقتور حکمران نہیں ہیں، جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ انہیں پورے ترکی میں ایسی مقبولیت حاصل نہیں ہے، جیسا لوگ پیش کرتے ہیں۔ حکومت بھی تمام مشکلات اور مسائل سے فارغ نہیں ہے۔ ایک جانب اردگان کے سر پر فوج کی تلوار لٹک رہی ہے۔ دوسری جانب اپوزیشن ہے۔ اس کے ساتھ تقریباً آدھے عوام نے دیگر امیدواروں کو ووٹ دیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ترکی کی حالیہ اور بیرونی سیاست کی حالت بھی پوری طرح اطمینان بخش نہیں ہے۔ ترک سیاست انتہائی احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ روس سے رابطوں میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ دنیا کو خطے میں ترکی کا قائدانہ کردار قابل قبول نہیں ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں، جن سے نکلنے کے لیے بہت ہوشیاری، دانائی، احتیاط، تدبر، اچھی فکر اور معقول منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ آئندہ پانچ سالوں میں واضح ہوگا کہ اردگان کتنی ہوشیاری سے کام لیتے ہیں اور کیسے مشکلات سے نمٹتے ہیں؟

عبدالسلام ضعیف

یک طرفہ فتاوی مسئلے کا حل نہیں

میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا، چوں کہ سکوت کا مطلب رضامندی ہوتا ہے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ علماء کی حالیہ کانفرنس کے حوالے سے کچھ لکھوں۔ گزشتہ سال انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں مصالحتی کونسل کی جانب سے افغانستان کے مختلف صوبوں سے علماء کو جمع کیا گیا۔ مجھے بھی بہت اصرار کے ساتھ دعوت دی گئی۔ مجھے بتایا گیا اور ضمانت دی گئی کہ پورے افغانستان کی سطح پر آزاد، غیر جانب دار، ممتاز اور جید علماء کو مدعو کیا گیا ہے، تاکہ آئندہ حالات بارے ایک معقول اور قابل حل راستہ ڈھونڈا جائے۔ یہ بات میرے لیے انتہائی اہم تھی کہ 'اگر واقعی ایسے علمائے کرام کو موقع دیا جائے، جو کہ غیر جانب دار، قابل اعتماد، ملکی سطح پر مقبولیت رکھنے والے ہوں اور سب کوئی معقول راستہ پیش کریں، جس میں آزادی و خود مختاری کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ لوگوں کے عزت، وقار اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے مسئلے کا حل پیش کیا جائے۔

جب میں ہوٹل کے قریب تلاشی کی جگہ کے پاس رُکا تو دیکھا کہ کچھ علماء کانفرنس حال سے واپس آ رہے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھ تو انہوں نے بتایا:

'ہمیں کہا گیا تھا کہ علماء آئیں گے، مگر یہاں اکثر سرکاری ائمہ مساجد ہیں، اس لیے ہم شرکت نہیں کر سکتے۔

خدا جانتا ہے میں بھی بددل سا ہو گیا۔ چوں کہ مجھے گفتگو کے لیے وقت دیا گیا تھا، اس لیے وعدے کے مطابق ہال میں چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ اکثر شرکاء مصالحتی کونسل اور اوقاف سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔ گنتی کے چند لوگ ایسے بھی تھے، جن کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میری گفتگو کی باری آئی تو ایک افغان شہری کے طور پر میں نے پیش کش کی کہ 'آج کی گفتگو کو محض مشاورت تک محدود رکھا جائے۔ کیوں کہ یہاں جتنے بھی لوگ ہیں، اگرچہ میں مکمل طور پر ان کا احترام کرتا ہوں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی اکثریت جانب دار ہے۔ اکثر حکومتی افراد ہی ہیں۔ سرکاری ملازمتوں کے حامل ہیں۔ میں جو کچھ سوچ کر آیا تھا یا جیسا مجھے کہا گیا تھا، یہاں ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔'

> حال ہی میں لویہ جرگہ کے کیمپ سے جو فتوی صادر ہوا ہے، اس میں بھی بہت سی باریکیاں اور کمزوریاں ہیں۔ گزشتہ اجلاس میں تھوڑے بہت غیر جانب دار افراد اس ارادے سے شریک ہوئے تھے کہ: یہاں واقعۃً آزاد اور غیر جانب دار علماء شریک ہوں گے۔' جانب داری کی وجہ سے اب اُتنے شرکاء بھی نہیں ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں بات کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ براہ راست نشریات جاری تھیں۔ میڈیا اور مبصرین موجود تھے۔ اب ایسا نہیں ہے۔ جب تک کچھ لکھا ہوا میڈیا پر نہیں آیا، تب تک کسی کو پتا بھی نہیں تھا۔ یہ جیسا بھی ہو، ہو کر رہے گا۔ کابل اپنے مؤقف کو جواز بخشنے کے لیے کچھ بھی کرے گا۔ امریکا بھی اپنی ذمہ داری سے فرار اختیار کر رہا ہے۔

میں نے اپنی اس پیش کش کے لیے تین دلائل پیش کیے:

1. اگر یہاں موجود افراد سے کہا جائے کہ فتوی دیں تو ان کا فتوی یک طرفہ ہوگا۔ یک طرفہ فیصلوں میں نہ انصاف ہوتا ہے اور یہ مقابل فریق کے لیے قابل قبول ہوگا اور نہ موجودہ حالات میں یہ کوئی فائدہ بخش طریقہ کار ہے۔
2. اگر علمائے کرام چاہتے ہیں کہ مستقبل میں امن کے قیام میں کردار ادا

کریں تو معتدل مؤقف اختیار کریں۔ آزاد اور غیر جانب دار رہیں۔

'چوں کہ یہاں جارحیت پسند فریق امریکی موجود ہیں۔ تمام مسائل کی بنیاد یہی ہیں۔ یہی بنیادی مسئلہ ہے۔ ان کے انخلا کے بغیر اور ان کی موجودگی میں ہر فتوی چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ ایسے ہی نہیں رہ جائے گا۔ اس کا بھی ردعمل آئے گا، بلکہ علمائے کرام کی حیثیت، مؤقف اور ان کی ذاتی سکیورٹی کو شدید نقصان پہنچے گا۔ آخر میں یہ بھی کہا کہ مصالحتی شوری کے افراد بھی مشورہ پر اکتفا کریں۔ فتوی کی کوشش نہ کریں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'

واضح سی بات ہے کہ کچھ لوگوں کو میری باتیں بُری اور تلخ لگتی ہیں۔ چوں کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس طرح کے اقدامات امن عمل کو وقتی طور پر تو فائدہ پہنچاتے ہیں، مگر اس طریقہ کار سے نقصان ہی ہوگا اور امن کی تلاش کا سفر مزید طویل ہو جائے گا۔'

حال ہی میں لویہ جرگہ کے کیمپ سے جو فتوی صادر ہوا ہے، اس میں بھی بہت سی باریکیاں اور کمزوریاں ہیں۔ گزشتہ اجلاس میں تھوڑے بہت غیر جانب دار افراد اس ارادے سے شریک ہوئے تھے کہ یہاں واقعۃً آزاد اور غیر جانب دار علماء شریک ہوں گے۔' جانب داری کی وجہ سے اب اُتنے شرکاء بھی نہیں ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں بات کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ براہ راست نشریات جاری تھیں۔ میڈیا اور مبصرین موجود تھے۔ اب ایسا نہیں ہے۔ جب تک کچھ لکھا ہوا میڈیا پر نہیں آیا، تب تک کسی کو پتا بھی نہیں تھا۔ یہ جیسا بھی ہو، ہو کر رہے گا۔ کابل اپنے مؤقف کو جواز بخشنے کے لیے کچھ بھی کرے گا۔ امریکا بھی اپنی ذمہ داری سے فرار اختیار کر رہا ہے۔ وہ شاید اپنے مظالم کی جواب دہی اور اپنی عسکری موجودگی کے مکمل انخلا سے احتراز کرنے کے لیے حقائق کا سامنا نہیں کر رہا۔ وہ یہ بھاری بھرکم بوجھ کابل انتظامیہ کے کاندھوں پر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کابل انتظامیہ کو بھی اس بات کی تلاش ہے کہ خود کو قوم کی نمائندہ حکومت کی حیثیت سے منوائے۔ وہ اس کوشش میں ہے کہ امارت اسلامیہ اور اس کی قانونی حیثیت پر سوال کھڑے کرے۔ امن کے نام پر ہونے والی تمام تر کوششیں تاحال اسی محور کے گرد گھوم رہی ہیں۔

میرے خیال میں یہ سب کچھ تاحال جنگی اسٹریٹجی کا ایک پہلو ہے۔ اس سب سے بیماری کا علاج ہو سکتا ہے اور نہ اس سے حقائق پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ طریقہ کار امن کے لیے سراسر نقصان دِہ ہے۔ بہتر ہوگا کہ ایسے فورمز پر کام کیا جائے، جہاں سے موجودہ حالات سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈا جا سکے۔ جس میں آزادی و خودمختاری کی بھی ضمانت ہو۔ ایسے جانب دارانہ اور مخصوص مقاصد کے لیے دیے گئے فتاوی پر نہ کوئی عمل کرے گا نہ اس سے کوئی ڈھنگ کا فائدہ مل سکتا ہے۔ ایسے فتاوی کسی بھی اسلامی ملک کے لیے نقصان دِہ ہوتے ہیں۔

خصوصا علمائے کرام سے عرض ہے کہ اکابر علمائے کرام کی حیثیت دیکھیں۔ عالم کو ایسا کردار ادا کرنا چاہیے کہ وہ بلاخوف اللہ اور قوم کے سامنے جواب دے سکے۔ امریکی جارحیت، ظالمانہ اقدامات، لوگوں اور اقوام کی آزادی کا غصب، پوری اسلامی دنیا میں سازشی جالوں کا پھیلاؤ، بھائی کو بھائی، مسلمان کا مسلمان کے ہاتھوں قتل، اسلامی دنیا کے ذخائر پر قبضہ، دہشت گردی کے نام پر لاکھوں انسانوں کا قتل عام، دینی شعائر کی توہین، گھروں پر چھاپے، بے گناہوں کو گوانتامو، بگرام اور دیگر جیلوں میں ڈالنا، لوگوں کی تحقیر، کرپشن کی ترویج اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ قبلہ اول یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ ان سب پر تو کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس حوالے سے کسی عزم کا اظہار بھی نہیں کیا گیا!!

اے علمائے کرام! کیا تم اپنی سرگرمیوں کی بابت اللہ کو جواب دینے کے لیے تیار ہو؟!

شاہد غزنیوال

سی آئی اے کے خصوصی کارندے نشانے پر

گزشتہ دنوں طالبان نے پکتیا کے زیرو ون بریگیڈ کے کمانڈر عزیزاللہ کاروان کو کابل شہر کے ایک محفوظ علاقے میں ایک گوریلا حملے میں ہلاک کرڈالا۔ کمانڈر عزیزاللہ جنوبی محاذ میں سی آئی اے کے اُن بااعتماد انٹیلی جنس کارکنوں میں تھا، جنھیں طالبان کی عسکری کارروائیوں کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا تھا۔ کابل شہر کے محفوظ ترین علاقے مین عزیزاللہ کاروان کی ہلاکت کابل انتظامیہ کے دیگر کلیدی سکیورٹی اور انٹیلی جنس حکام کے حوصلوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کرے گی۔

عزیزاللہ کی عسکری خصوصیات

عزیزاللہ کاروان امریکی جاسوس ادارے کا باقاعدہ رکن اور کابل انتظامیہ کے چند محدود کلیدی سکیورٹی اور انٹیلی جنس حکام میں سے ایک انتہائی فعال، تکنیکی مہارتوں سے لیس ماہر فوجی وانٹیلی جنس افسر تھا۔ کابل انتظامیہ کو امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے سامنے لایا گیا ہے۔ اس کی تشکیل باہم انتہائی مخالف افکار کے حامل افراد سے کی گئی ہے۔ اس میں اشرف غنی اور احدی جیسے مغربی فکرزدہ جمہوری، کشاف اور سیاف جیسے مذہبی شعبدہ باز، دوستم اور شیرزئی جیسے بولہوس ڈاکو، منشیات کے اسمگلر اور مافیا اور ہر طرح کے لوگ جمع ہیں۔ ہر گروہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ امریکا بھی اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ان متضاد عناصر سے تعلقات برقرار رکھتا اور ان کی چوری، جاسوسی اور عیاشی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس انتظامیہ کے سکیورٹی اور دفاع جیسے تمام معاملات امریکا کے ذمے ہیں۔ ہر ایک اپنی مرضی سے اپنا کام کرتا ہے۔ کوئی چوری کرتا ہے۔ کوئی مذہب کے نام پر فتوی فروشی کرتا ہے۔ کوئی امریکا کے علاوہ دوسرے ممالک کے لیے جاسوسی کرتا ہے۔ کوئی منشیات کی اسمگلنگ کرتا ہے۔ کوئی سرکاری خزانے کی لوٹ مار اور کوئی کابل اور بیرون ملک عیاشی کرتا ہے۔

امریکا اور خصوصا سی آئی اے نے گنتی کے چند لوگوں کو ہی اس قابل پایا کہ وہ امریکی مفادات کے محافظ اور وفادار رہیں گے۔ اس کی جارحیت کا دفاع کریں گے۔

سی آئی اے کے خاص کارکن

امریکا نے افغانستان پر جارحیت سے قبل افغانوں کے بیچ کچھ ایسے انٹیلی جنس عناصر پیدا کیے، جن کی جاسوسی اور استعمال سے افغانستان میں جارحیت کے لیے زمین سازگار بنائی گئی۔ ان لوگوں میں امریکی جارحیت کے لیے پہلی قربانی کمانڈر عبدالحق، کرزئی اور شمالی اتحاد سے وابستہ کچھ مہروں نے دی تھی۔ انہوں نے جارحیت کے خاتمے اور افغانستان میں امریکی فوج کے آنے بعد یہاں کچھ اور بھی لوگ ڈھونڈ لیے اور افغانستان میں اپنی آئندہ کی انٹیلی جنس سرگرمیوں کے لیے انہیں متعین کردیا۔ ان میں سے معصوم ستانک زئی، اسداللہ خالد، کمانڈر عبدالرازق، عبداللہ لغمانی، جنرل داؤد، مطیع اللہ خان (اروزگان کے سابق پولیس سربراہ) اور حال ہی میں آنجہانی ہونے والے کمانڈر عزیزاللہ کاروان قابل ذکر ہیں۔ یہ افراد فکری اور سیاسی اعتبار سے وہ لوگ ہیں، جو پوری طرح امریکی مفادات کے وفادار ہیں۔ اسداللہ خالد دسمبر 2012 میں طالبان کے ایک حملے میں شدید زخمی ہوگیا۔ انہیں علاج کے لیے امریکا لے جایا گیا۔ وہاں اس وقت کے امریکی صدر بارک اوباما اور وزیر دفاع الگ الگ اس کی عیادت کے لیے گئے۔ حالانکہ انہی دنوں سابق سعودی بادشاہ ملک عبداللہ اسی ہسپتال میں زیر علاج تھے، مگر امریکی صدران

کی عیادت کے لیے نہیں گئے۔ امریکا نے ان کے اخلاقی، فکری اور معاشرتی حالات کو دیکھ کر ہی انہیں اپنا قابل اعتماد کارندہ بنایا ہے۔ ان پر سرمایہ کاری کی ہے۔ انہیں کابل میں اپنی کٹھ پتلی حکومت میں بہت سے اختیارات دیے ہیں۔

ان لوگوں کی اجتماعی خوبی یہ ہے کہ ان میں اکثریت بے ضمیر، انسانی حقوق کی نگران کمیٹی کی جانب سے انسانی جرائم میں ملوث ملزم ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی افغانستان میں شریف خاندان سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ لوگ کابل انتظامیہ کی چوری، کرپشن، قبضہ اور ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے منتخب کیے گئے ہیں۔

طالبان کے نشانے پر

طالبان نے افغانستان میں جارحیت کے خلاف مزاحمت کی ہے۔ طالبان امریکا کے عسکری اور انٹیلی جنس کارکنوں کی سخت نگرانی کرتے ہیں۔ اسی لیے کابل انتظامیہ اپنے تمام تر عسکری، انٹیلی جنس اور سیاسی حکام کی نسبت اِن خاص افراد کو اپنے خصوصی تحفظ میں رکھتی ہے۔ طالبان نے اب تک سی آئی اے کے ان بااعتماد لوگوں میں سے شمال میں جنرل داؤد، مشرق میں عبداللہ لغمانی، مغرب میں مطیع اللہ خان، جنوب میں عزیزاللہ کاروان کی ہلاکت اور معصوم ستانک زئی، اسداللہ خالد، کمانڈر عبدالرازق کو زخمی یا ہلاک کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ امریکی انٹیلی جنس کے ان خصوصی افراد کی سکیورٹی دوسروں کی نسبت زیادہ مضبوط ہے۔ البتہ طالبان ان کی مضبوط سکیورٹی تدابیر کے حساب سے ان کی ہلاکت اور خاتمے کے لیے ویسی ہی پیچیدہ منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ جس نے سی آئی اے اور اس مخصوص گروپ کی کارکردگی کو بے کار ہونے کے قریب پہنچادیا ہے۔

طالبان ان کو نشانہ بنانے اور ختم کرنے کے لیے انتہائی پیچیدہ تکنیک استعمال کرتے ہیں۔ جس سے ایک جانب نشانہ بننے والے شخص کا خاتمہ کیا جائے اور دوسری جانب انتظامیہ اور انٹیلی جنس حکام کے درمیان باہم بداعتمادی پیدا کی جائے۔ 2011 میں معصوم ستانک زئی اور مصالحتی کونسل کے سربراہ استاد ربانی کو اس طرح نشانہ بنایا گیا کہ حملہ آوروں کو ربانی اور معصوم ستانک زئی کے دفتر تک مولوی ارسلان رحمانی کی گاڑی میں پہنچایا گیا، جو تب زندہ تھے اور سینیٹ کے فعال رکن تھے۔ وہ معصوم ستانک زئی کے قابل اعتماد لوگوں میں تھے۔ اس حملے میں استاد ربانی ہلاک اور ستانک زئی زخمی ہوئے تھے۔ اس حملے کی وجہ سے انتظامیہ کے اعلی حکام کے درمیان اب تک بداعتمادی موجود ہے۔ انتظامیہ کا ایک حصہ 'شمالی اتحاد' معصوم ستانک زئی کو استاد ربانی کی ہلاکت کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ وہ اس ہلاکت کا بدلہ لینے کی دھمکی بھی دیتا ہے۔ اسی طرح 2015 میں مطیع اللہ خان کو ہلاک کیا گیا۔ سی آئی اے اور کابل انٹیلی جنس اب تک اس معاملے کا حل نہیں ڈھونڈ سکے کہ طالبان نے مطیع اللہ خان کا خاتمہ کیسے کیا؟ اسی طرح طالبان کی جانب سے گزشتہ دنوں کابل شہر کے ایک محفوظ علاقے میں مغرور اور فعال رکن عزیزاللہ کاروان کو بھی انجام تک پہچایا گیا۔ عزیزاللہ کی ہلاکت سے امریکا اپنے انتہائی اہم آدمی سے محروم ہو گیا۔ اس واقعے نے حکام کے درمیان بہت بداعتمادی پیدا کی ہے۔

افغانستان میں امریکا اور سی آئی اے کے بااعتماد معاونین میں سے شمال میں جنرل داؤد، مشرق میں عبداللہ لغمانی اور مغرب میں مطیع اللہ کان اور جنوب میں عزیزاللہ کاروان کے خاتمے سے ان کا کام گروپ تقریبا منتشر ہو گیا ہے۔

گزشتہ 17 سالوں میں امریکا نے افغان عوام کے درمیان ان محدود افراد کے ذریعے کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ طالبان کی جانب سے سی آئی اے کے خاص معاونین کا اس طرح سے نشانہ بنائے جانے سے ایک جانب عسکری مہارت ثابت ہوتی ہے اور دوسری جانب اس نیم جان گروپ کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ جس کا اذیت ناک انتظار کرتے ہوئے یہ لوگ زندگی کے دن پورے کررہے ہیں۔

کابل میں منعقدہ کانفرنس بارے امارت کا موقف

امارت اسلامیہ نے کابل میں منعقد نام نہاد علماء کانفرنس بارے اپنا موقف واضح کیا ہے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے اس حوالے معروف ویب سائٹ 'نن ٹکی آسیا' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ 'بیرونی جارحیت پسندوں کی کوشش ہے کہ ایسی کانفرنسز کو اپنے جارحانہ عزائم کی تکمیل کے استعمال کریں۔' ترجمان امارت اسلامیہ نے واضح کیا:

علمائے کرام اور مشائخ کو اسلامی معاشرے میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ ان کی بلند پایہ ذمہ داریاں ہیں۔ جس طرح سابقہ امتوں میں انبیائے کرام علیہم السلام معاشرے کی قیادت کرتے تھے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری اہلِ حق علماء کو میراث میں ملی ہے۔ اسی لیے تاریخ کے مختلف مراحل میں علمائے دین امت کی فلاح و سربلندی کے لیے جہاد، علم، اصلاح، دعوت و ارشاد اور دیگر تمام میدانوں کے رہبر و رہنما رہے ہیں۔ علماء نے شدید سے شدید حالات میں بھی رہنمائی کر کے امت کے بیڑے کو پار لگایا ہے۔ افغانستان پر بیرونی غاصبوں کی جانب سے آنے والی آزمائشوں کے تمام مراحل میں یہی علماء ہمیشہ اپنے مؤمن عوام کے ساتھ کھڑے نظر آئے ہیں۔ اپنے معاشرے کی دینی اقدار، دینی فکر، قابل فخر ثقافت اور اسلامی تشخص کا دفاع کیا۔ جارحیت پسندوں کی تمام سازشیں ناکام بنائیں۔

حالیہ چند صدیوں کی تاریخ کا ذرا باریکی سے جائزہ لیا جائے تو افغانستان اور پڑوسی ممالک میں انگریز استعمار کی آمد کے بعد افغانستان میں ملا مشک عالم، حضرت نور المشائخ مجددی، مولانا نجم الدین اخند زادہ اور دیگر ایسے مجاہدین کفریہ جارحیت کے خلاف مقابلے میں مصروف رہے۔ ہندوستان اور موجودہ پاکستان میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا عبیداللہ سندھی اور تحریک ریشمی رومال کے دیگر مشہور رہنما ایسے مجاہد علماء انگریز استعمار کے خلاف جہاد اور مقابلے میں مصروف رہے۔ اس راہ میں جیل اور ہجرت سمیت طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں۔ اسی طرح افغانستان پر سوویت جارحیت کے دوران بھی علمائے کرام نے اپنے مؤمن عوام کی نجات اور کمیونزم کے خاتمے کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں۔ افغانستان پر امریکی جارحیت کے خلاف شرعی فتوی کی روشنی میں جو جہاد شروع کیا گیا، اس میں بھی سیکڑوں علمائے کرام و طلبا کا کردار واضح ہے۔ یہ لوگ اپنے مؤمن اور حریت پسند عوام کے تحفظ اور دفاع کے لیے جہاد کر رہے ہیں۔ یہ اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے پُرعزم ہیں۔ چوں کہ علمائے کرام کا اسلامی معاشرے کے دفاع میں سب سے اہم اور بنیادی کردار ہے، لہذا دشمنان اسلام بھی اس جانب متوجہ ہیں۔ اس لیے ان کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ علماء کو ہی اپنی جارحانہ سازشوں اور مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جائے۔

چوں کہ امریکا کے خلاف جہاد کے سترہ سالہ دورانیے میں ہمارے عوام نے انتہائی بڑی قربانیوں کی برکت سے جارح فوج کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ شکست تسلیم کر کے یہاں سے نکل جائے۔ اس لیے کامیابی سے مایوس جارحیت پسند نئی سازشیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ امریکی جارح فوج کے سربراہ جنرل نکولسن نے 18 مارچ 2018 کو کابل میں ایک میڈیا پریس کانفرنس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'امریکا چاہتا ہے رواں سال طالبان پر مختلف طریقوں سے دباؤ بڑھایا جائے۔' انہوں ے مزید کہا کہ 'طالبان پر عسکری، سیاسی، معاشرتی حتی کہ مذہبی دباؤ ڈالا جائے گا۔' مذہبی دباؤ کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان اور کچھ دیگر ممالک کے علماء کو کانفرنس میں بُلایا جائے۔ ان اجتماعات میں امارت اسلامیہ کے خلاف فتوی صادر کیا جائے اور سترہ سالہ جہاد کی شرعی حیثیت کو چیلنج کیا جائے۔ اسی سلسلے میں امریکا کے

منصوبے کے مطابق پہلی کانفرنس انڈونیشیا کے شہر بوگور میں ہوئی۔ ویسی ہی ایک نمائشی کانفرنس کابل میں ہوئی ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان میں علماء کانفرنس کے نام سے جاری اس فعل کو امریکا کا اسلام دشمن منصوبہ سمجھتی ہے۔ جس کی منصوبہ بندی، فنڈنگ اور انعقاد کے تمام معاملات امریکی رہنمائی میں انجام پا رہے ہیں۔ امریکا چاہتا ہے ان کانفرنسز کے ذریعے اپنی ظالمانہ عسکری جارحیت کے لیے جواز ڈھونڈے اور اسے مذہبی رنگ دے۔ ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ حق کو کوئی بھی باطل قرار دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ امارت اسلامیہ کا برحق جہاد سیکڑوں علمائے کرام کے شرعی فتوی کی بنیاد پر اللہ تعالی کی نصرت اور عوام کے تعاون سے شروع کیا گیا تھا۔ اب یہ کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہونے والا ہے۔ جس طرح امریکا کی عسکری، سیاسی اور نشریاتی کوششیں ناکام ہیں، اسی طرح اللہ تعالی اس کی یہ سازش بھی ناکام فرمائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے:

'یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون.' (الصف،8)

کابل میں پیش کیا گیا نام نہاد فتوی پہلے سے تیار کیا جا چکا تھا۔ ایسا نہیں ہوا کہ پہلے کانفرنس بلائی پھر شریک علماء کی رائے کی بنیاد پر کوئی فتوی تیار کیا گیا ہو۔ لہذا اسلام ایسے فتوی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ کابل کانفرنس میں اکثر عام لوگ علماء کے نام پر بٹھائے گئے تھے، تاکہ کانفرنس کے شرکاء کی کثرت دکھائی جا سکے۔ کانفرنس کے مقررین کی تمام تر گفتگو اس نکتے کے گرد گھومتی رہی کہ گویا موجودہ جنگ مسلمانوں کے درمیان قابل مذمت جنگ ہے۔ جب کہ کانفرنس اس جنگ بارے مصالحت چاہتی ہے۔ حالانکہ یہ جہاد امریکی جارحیت کے خلاف شروع کیا گیا ہے۔ جارح قوتیں اب بھی افغانستان میں موجود ہیں۔ افغان عوام پر جان کیری کا بنایا ہوا نظام مسلط ہے۔ حالیہ مزاحمت امریکی جنگی ذہنیت کے خلاف دفاعی جہاد ہے۔ حتی کہ جو نام نہاد مسلمان امریکا کی صف میں کھڑے ہو مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں، شریعت اُن کے خلاف بھی جہاد کرنے کو فرض کہتی ہے۔

ہم علماء سے کہتے ہیں کہ اس برحق جہاد کو غیر شرعی قرار دینے کے حساس موضوع بارے اپنے دنیی واخروی انجام سے ڈریں۔ تاریخ گواہ ہے جب علماء نے اپنے دین کی بے احترامی کی اور شیطان کے پیروکاروں کے معاون بنے تو اللہ تعالی نے انہیں دنیا و آخرت میں رسوا کیا۔ قرآن کریم ہمیں حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے کے ایک عالم دین 'بلعم باعورا' کا عبرت ناک قصہ بتاتا ہے۔ بلعم باعورا اپنے دور کا ایک بلند پایہ عالم اور کرامات کا مالک تھا۔ جب حضرت موسی علیہ السلام نے بیت المقدس اور شام میں اپنی سلطنت کو وسعت دی اور یہ خطہ باطل اور جابر حکمرانوں سے آزاد کرایا تو اُن کافر اور ظالم حکمرانوں نے حضرت موسی علیہ الاسلام کے لشکر میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ اُن ظالم سرداروں نے عالم دین بلعم باعورا کو وقت کے نبی کے خلاف استعمال کیا۔ بلعم باعورا اللہ تعالی کے ہاں اپنی بزرگی کی بنیاد پر ظالموں کے اشارے سے حضرت موسی علیہ السلام کے خلاف بددعا کرنے لگا۔ جس پر اللہ تعالی نے اس کی بددعا کو اُسی کے خلاف پلٹ دیا۔ چناں چہ وہ ایک عبرت ناک مثال بن کر رہ گیا۔ بلعم باعورا کی مکمل تفصیل 8 ویں پارے کے آخر میں درج ہے۔

چناں چہ کابل میں علماء کے نام پر جمع ہونے والے افراد کو بلعم باعورا سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ امریکا اس دور کا سب سے بڑا فرعون ہے، جس نے دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں کے حقوق غصب کیے ہیں۔ اس طاغوت کا ساتھ دینا عظیم گناہ اور شریعت سے انحراف ہے۔ اللہ تعالی علماء کی حفاظت فرمائے۔ آخر میں ایک بار پھر علماء سے احتراماً امید کرتے ہیں کہ دشمن کے انٹیلی جنس مقاصد کی کانفرنسوں میں شرکت کے بجائے اپنے عوام اور مجاہدین کے معاون رہیں، تاکہ اللہ تعالی جارحیت کا یہ فتنہ ختم کر دے۔ مسلمان عوام کی عزت واستقلال کا دور لوٹ آئے۔

ذبیح اللہ مجاہد

ترجمان امارت اسلامیہ افغانستان

افغانی دیوبند پر سیکولرز کا حملہ

قاری حبیب

غزنی جیسے تاریخی شہر سے مغرب کی جانب کابل قندھار شاہراہ پر چند منٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد نوغی اور نانی کے بازار سے تھوڑے سے فاصلے پر مین شاہراہ پر سیمنٹ سے بنا ایک سادہ سائن بورڈ نصب ہے۔اس پر لکھا ہے: 'نورالمدارس الفاروقیہ'۔اس کے نیچے بائیں طرف مڑنے کا نشان دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا کچا راستہ ریتلے میدان سے ہوتا ہوا ایک بڑے مدرسے نورالمدارس تک جاتا ہے۔یہ مدرسہ افغانستان کے علمی حلقوں میں 'افغانی دیوبند' کے نام سے مشہور ہے۔اس مدرسے نے افغانستان میں ہندوستان کے دارالعلوم دیوبند کا کردار ادا کیا ہے۔ نورالمدارس گزشتہ 80 سال سے افغانستان کی سطح پر دینی علوم کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔اس نے دوسرے مدارس کی نسبت سب سے زیادہ علماء، صلحاء اور خدامِ دین افغان سماج کو دیے ہیں۔

عوام نورالمدارس کو 'حضرت صاحب کا مدرسہ' کے نام سے پکارتے ہیں۔آج سے 80 سال قبل 1360ھ میں کابل کے قلعہ جواد کے حضرت صاحب نورالمشائخ فضل عمر مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ معارف میگزین کے مطابق حضرت صاحب نے مدرسے کے افتتاح کے وقت اپنے خطاب میں کہا تھا:

'اساس تعلیمی نورالمدارس بقرار ذیل است:

اول: علم القرآن۔دوم: علم الحدیث۔ سوم: علوم شرعیہ و باطنیہ۔ چہارم: علوم عقلیہ و تجربیہ۔

درین علوم شرط است کہ برای ہر عصر تعلیم امت اسلامیہ افغانستان کہ بہ آن حاجت دیدہ میشود۔ در نظر گرفتہ شود۔ اما حاکمیت قرآنی جنبۂ اولویت را دارا باشد۔ خاصۃً استحکام خدا پرستی و امحای اعتقاد جہانسوز دہریت مد نظر گرفتہ شود۔ این اساس تعلیمی و ناقابل تبدیل در ہر عصر و ہر زمان۔ باب درس، نظام تعلیم و صورت تربیت بر ہمین اساس اسلامی و تمدن معنوی با در نظر گرفتن حیات مادی اسلامی ترتیب دادہ خواہد شد۔'

تب افغانستان میں منظم دینی مدارس کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ دینی علوم کے لیے مساجد کے ساتھ حجرے بنائے گئے تھے، جن میں طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ نوارالمدارس نے اپنے قیام کے ساتھ ہی اپنے نظم و ضبط اور نصاب کے ساتھ دینی علوم کے باب میں ایک انقلاب کا آغاز کیا۔ نوارلمدارس اپنے نصاب کے حوالے سے بھی دوسرے مدارس میں ممتاز تھا۔ مدرسے کے درسی نصاب کو 14 درجوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے چھ درجوں سے فراغت کے بعد طالب علم کو ابتدائی علوم سے فراغت کی سند دی جاتی تھی۔ اس کے بعد کے چھ درجوں میں فنون پڑھائے جاتے تھے۔ آخری دو درجے احادیث اور تفسیر کے لیے مختص تھے۔ جن سے فراغت کے بعد طالب علم کی دستار بندی کی جاتی تھی۔ اسے فراغت کی سند دی جاتی تھی۔ جس کی حیثیت قانونی طور پر بیچلر ڈگری کے برابر ہوا کرتی تھی۔ بعدازاں مدرسے کی انتظامیہ کی جانب سے ایک درجے کا مزید اضافہ کر کے پندرہ درجے مقرر کر دیے گئے۔مدرسے کی جانب سے سال میں دو امتحان لیے جاتے تھے۔ درسی سلسلہ سرد علاقے میں ہونے کی وجہ سے مارچ میں شروع ہوتا اور سردیوں کے آغاز کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتا۔

80 سال سے قائم یہ مدرسہ کسی حکومت یا سیاسی جماعت کے تعلق سے بے پرواہ تھا۔ اس نے آج تک کسی سے تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ مدرسہ عوام کے تعاون سے چلتا ہے۔ غزنی، زابل، پکتیا، پکتیکا اور اس سے ملحق علاقوں کے لوگ ہر سال مدرسے کے لیے اپنی زرعی پیداوار سے گندم، آٹا، کشمش یا نقد رقوم بھیجتے ہیں۔ جن سے انتظامیہ، اساتذہ کی تنخواہ اور ہاسٹل میں رہائش پذیر طلباء کا خرچ پورا کیا جاتا ہے۔ مدرسے کی بنیاد ہی اس بات پر استوار ہے کہ اسے عام لوگوں کی امداد سے چلنا چاہیے۔ یہی وجہ تھی کہ طالبان کی حکومت میں بھی مدرسے کی انتظامیہ نے امارت اسلامیہ سے کسی قسم کا امدادی فنڈ نہیں لیا۔

نورالمدارس گزشتہ 80 سال میں صرف ایک مرتبہ روسی جارحیت کے دوران بند ہوا تھا۔ اساتذہ اور طلباء نے پاکستان کی طرف ہجرت کر کے جنوبی وزیرستان میں زیڑی مہاجر کیمپ میں ضیاءالمدارس کے نام سے ایک متبادل مدرسہ قائم کیا۔ نورالمدارس کو روس کی شکست کے بعد دوبارہ کھول دیا گیا۔ امریکی جارحیت کے آغاز کے وقت سکیورٹی کا مسئلہ پیدا ہونے کی وجہ سے بڑی عمر کے طلبا کو مدرسے میں داخلہ نہیں دیا جاتا تھا۔ صرف چھوٹے بچوں کے لیے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ 2011 کو مدرسے کے تمام درجات میں باقاعدہ تعلیم کا دوبارہ آغاز ہوا۔ اس وقت کابل ادارے کی جانب غزنی کے گورنر موسی خان اکبرزادہ نے مدرسہ انتظامیہ کو یقین دہانی کروائی کہ حکومت کی جانب سے مدرسے کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اس طرح مدرسے میں تمام عمر کے طلباء کو داخلے دیے گئے۔

گزشتہ کئی سال سے مدرسے کا تدریسی عمل منظم طریقے سے جاری تھا۔ مدرسہ اگرچہ ایسے علاقے میں ہے، جہاں طالبان کا کنٹرول ہے، اس کے باوجود طالبان نہ مدرسے کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور نہ مسلح طالبان کو مدرسے میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ مدرسہ ماضی کی طرح صرف علم و عرفان کے شعبے میں اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے تھا۔ ہر سال علم و عرفان کے زیور سے آراستہ نوجوان سماج کو پیش کرتا تھا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ گزشتہ ہفتے کابل ادارے سے وابستہ کچھ نقاب پوش مسلح جنگجوؤں نے اس تاریخی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کے طلباء نیند سوئے ہوئے تھے کہ اچانک مدرسے میں شور برپا ہوا۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے ٹوٹنے کی آواز سے تمام طلباء جاگ گئے۔ کابل سے آئے جنگجوؤں نے کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیے۔ دینی کتب کی بے حرمتی کی۔ طلباء پر تشدد کیا۔ 45 طلباء کے ہاتھ باندھ کر انہیں نامعلوم مقام کی طرف لے گئے۔ وہاں طلباء پر تشدد کیا گیا۔ ہزاروں علماء، صوفیاء اور بزرگان دین کے ذکر و مراقبے کا گواہ یہ مدرسہ آج اپنی بے حرمتی پر نوحہ کناں ہے۔

کابل ادارے کے تمام افراد، چاہے وہ اشرف غنی ہوں، عبداللہ ہوں یا کوئی اور، سب سے یہ سوال ہے کہ تمہاری حکومت کی جانب سے گزشتہ سترہ سال سے روا رکھا جانے والا ظلم و ستم کافی نہیں تھا کہ علم و عرفان کے اس پُرنور مرکز کو بھی اپنی سربریت کا نشانہ بنا ڈالا ہے؟ کیا قرآن و حدیث پڑھنے والے نہتے طلباء کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگانا مردانگی اور بہادری ہے؟ مسجد، مدرسہ، دارالحدیث، خانقاہ، علماء اور علم دین حاصل کرنے والے طلباء اس سرزمین پر دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اساس ہیں، جس پر اس دین کی عمارت کھڑی ہے۔ بلاشبہ مدرسے پر حملہ شعائر اسلام پر حملہ اور ان کی توہین ہے۔ جن لوگوں نے مسجد و مدرسے کی حرمت پامال کی ہے، وہ اللہ کے ملعون لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ دینی علم کے حوالے سے درس و تدریس میں مشغول وہ لوگ ہیں، جن کے بارے اللہ نے اپنے نبی کے ذریعے یہ اعلان کروایا کہ 'من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب!' (الحدیث) جس نے میرے اولیاء سے دشمنی کی، ان کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔

سیکولرزم اور ڈیموکریسی کے علمبردارو! تم نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لی ہے۔ تم نے دینِ اسلام کے شعائر کی حرمت پامال کی ہے۔ اب انتقام لینے والے رب العالمین کی خاموش پکڑ کا انتظار کرو۔

الحدیدہ کی نئی جنگ

شہید زوئی

جب مارچ 2015ء کو سعودیہ نے یمن کی خانہ جنگی میں اپنے اتحادیوں کا ساتھ دیتے ہوئے ایرانی حمایت یافتہ حوثی باغیوں کے خلاف فضائی حملوں کا آغاز کیا تو سعودیہ دوستوں اور بہی خواہوں کا خیال تھا کہ یہ کارروائی محض چند روز کی بات ہوگی اور بہت جلد حوثی ختم ہو جائیں گے۔ سعودیہ کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے والے صدر عبدالرب منصور ہادی اقتدار سنبھالیں گے۔ موصوف 2014ء میں دارالحکومت صنعا پر حوثی باغیوں کے قبضے کے بعد سعودی عرب فرار ہو گئے تھے۔ یہ جنگ چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہے۔ سعودیہ اور اس کے اتحادیوں نے کوئی ایسی قابل ذکر پیش قدمی نہیں کی، جسے فتح سے تعبیر کیا جائے۔ سعودیہ کو اس جنگ سے جن نتائج کی امید تھی، وہ سامنے نہیں آئے۔ سعودیہ کی رہنمائی میں 40 اتحادی ممالک کے فضائی حملوں کے باوجود حوثیوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ حالانکہ ان بمباریوں میں ان کو شدید نقصان پہنچا۔ اس کے باوجود وہ آئے دن مضبوط ہوتے رہے اور توقع کے خلاف تعداد اور قوت بڑھاتے رہے۔

اپنی حکومت کے خلاف بغاوت اور سعودیہ کے خلاف جنگ کے گزشتہ تین سالوں میں حوثیوں نے یمن اور سعودی سرحدی علاقوں میں سعودیہ کے فوجی مراکز، حفاظتی چوکیوں اور شہروں پر بھی متعدد میزائل حملے کیے ہیں۔ اس سے قبل مہینے میں دو یا تین میزائل حملے ہوتے تھے، لیکن اب حوثی ہر ہفتے تین یا چار میزائل فائر کرتے ہیں۔ ریاض، جازان، نجران اور دوسرے شہروں سمیت مکہ مکرمہ پر بھی میزائل حملے کی کوشش کی گئی ہے۔ کئی مرتبہ مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف پر قبضے کی دھمکی دی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے مشرق وسطی میں حکومتوں کے خلاف عوام کی بغاوت میں اسلام دشمن عناصر کا ہاتھ ہے۔ اسلام دشمن قوتوں میں سرفہرست امریکا ہے، جو بلا تفریق پوری اسلامی دنیا میں حکومتوں کو کمزور کرنے کے مشن پر ہے۔ حکومتیں گرنے کے ساتھ ہی وہاں خانہ جنگی، نقل مکانی، قتلِ عام، شہروں اور بازاروں کی تباہی، غربت و افلاس سمیت عزت اور ناموس کو خطرات سمیت کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔ مغرب پوری اسلامی دنیا کو انہی مسائل میں الجھا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ مغربی ممالک کسی صورت سعودیہ کا دفاعی اور معاشی استحکام نہیں چاہتے۔ وہ حوثیوں اور سعودیہ کے درمیان جاری جنگ ختم کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے درپردہ ایران کے بعد امریکا اور مغربی ممالک حوثیوں کی بھرپور مدد کر رہے ہیں۔ حتی کہ حوثیوں کو اب بلیسٹک میزائل اور ڈرون ٹیکنالوجی بھی دی جا چکی ہے۔ حوثیوں کے پاس اس قسم کے جدید ہتھیاروں نے سعودیہ کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔ اب سعودیہ کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ دوسری جانب سعودیہ امریکا اور دوسرے مغربی ممالک پر انحصار کیے ہوئے ہے۔ وہ ان ممالک سے وسائل لینے پر مجبور ہیں۔ جس کی وجہ سے سعودیہ کے فوجی اخراجات میں اضافہ ہوا ہے۔ اسے شدید دھچکا لگا ہے۔ یہی اس دنیا کے سب سے بڑے شیطان کی کامیابی ہے۔ وہ ایک طرف سعودیہ کو نقصان پہنچا کر دوسری طرف اپنے دفاعی وسائل بھی فروخت کر کے ماہانہ لاکھوں ڈالر بٹور رہا ہے۔ اس جنگ میں امریکا کا فائدہ ہے۔ اس لیے وہ اس جنگ کو کبھی روکنا نہیں چاہے گا۔

حوثیوں کے خلاف جنگ میں مصر اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک بھی شریک ہیں۔ اس جنگ کے تمام اخراجات سعودیہ برداشت کر رہا ہے۔ وہ اب تک اس جنگ میں 216 ارب ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ اس جنگ کا یومیہ خرچ 20 ملین ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ یمن کے 70 فیصد رقبے پر سعودیہ اپنا کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے، جو ایک قابل ذکر کامیابی ہے۔ البتہ اس کے باوجود جنگ نے سعودی معیشت کی کمر توڑ دی ہے۔ ایران کی جانب سے حوثیوں کو دیے جانے والے بلیسٹک میزائل کو ہوا میں تباہ کرنے کے لیے سعودیہ نے امریکا سے ایک مصنوعی سیارہ کرائے پر لیا ہے، جس کا ماہانہ کرایہ 450 ملین ڈالر ہے۔ سعودیہ نے اب تک حوثیوں کے خلاف 90 ہزار پروازیں کی ہیں، جن پر 8 ارب ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ اخراجات حوثیوں کی طرف سے فائر کیے جانے والے بلیسٹک میزائل کو تباہ کرنے پر آئے ہیں۔ ہر میزائل کو تباہ کرنے کے لیے 3 پیٹریاٹ میزائل فائر کیے جاتے ہیں۔ پیٹریاٹ میزائل کی قیمت 3 ملین ڈالر ہے۔ 2015ء سے اب تک حوثیوں کی جانب سے سعودیہ پر 150 میزائل داغے جا چکے ہیں۔ پیٹریاٹ میزائل کے علاوہ سعودیہ نے روس سے ایس 400 سسٹم اور امریکا سے تاڈ سسٹم بھی لیا ہے، جس کی حفاظت پر سعودیہ ہر سال 100 ملین ڈالر خرچ کرتا ہے۔

سعودیہ یکے بعد دیگرے مغربی ممالک کے ساتھ امن معاہدوں پر بھی دستخط کر رہا ہے۔ سعودیہ دنیا کا وہ چوتھا ملک بن گیا ہے، جو اپنے دفاع کے لیے سب سے زیادہ بجٹ پیش کرتا ہے۔ سعودیہ یمن کے ساتھ 800 کلومیٹر طویل سرحد کی حفاظت پر بھی ایک خطیر رقم خرچ کرتا ہے۔ یہ جنگ سعودیہ کے لیے ایک اعصاب شکن مصیبت ہے۔ سعودیہ کے ولی عہد محمد بن سلمان ناکام پالیسی اور جنگ میں پیش قدمی نہ ہونے کے سبب تشویش میں مبتلا ہیں۔ محمد بن سلمان پر شام، لبنان، اسرائیل، ایران اور قطر کے حوالے سے بنائی گئی پالیسیوں پر پہلے سے بھی تنقید ہو رہی ہے۔ دوسری جانب وہ یمن جنگ سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں، لیکن بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔

حوثی باغیوں کے خلاف سعودیہ اور اس کے اتحادیوں کی جنگ کا ناکام پہلو یہ ہے کہ ان کی فضائی بمباری کے علاوہ جنگی منصوبوں میں کوئی زمینی کارروائی شامل نہیں تھی۔ اب انہیں پتا چلا ہے کہ تین سال پہلے کیا کرنا چاہیے تھا؟! سعودیہ اور اس کا اہم اتحادی متحدہ عرب امارات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب تک حوثیوں کو رسد پہنچانے والے راستوں کا کنٹرول حاصل نہیں کیا جاتا، تب تک یہ جنگ دس سال میں بھی نہیں جیتی جاسکتی۔ اب وہ بحیرہ عرب میں یمن کی اہم بندرگاہ 'الحدیدہ' کو حوثیوں کے قبضے سے چھڑانے کا سوچ رہے ہیں۔ یمن 80 فیصد اشیائے خوردونوش اور تیل الحدیدہ بندرگاہ سے درآمد کرتا ہے۔ سعودیہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسی بندرگاہ کے ذریعے ایران بلیسٹک میزائل حوثیوں کو پہنچاتا ہے۔ گزشتہ کئی دنوں سے سعودی فضائی فورسز کی جانب سے الحدیدہ بندرگاہ پر حملے جاری ہیں۔ ایسی اطلاعات بھی آئی ہیں کہ سعودیہ اور امارات نے الحدیدہ بندرگاہ کا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قبضہ الحدیدہ سے 6 کلومیٹر دور ہوائی اڈے پر کیا گیا ہے۔ اس جھڑپ میں حوثیوں سمیت سعودیہ اور امارات کے فوجیوں کو بھی بھاری جانی نقصانات اٹھانا پڑے۔ البتہ دونوں جانب سے جانی نقصانات پر تبصرے سے گریز کیا جا رہا ہے۔

اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے برائے یمن Giffrith نے جنگ کے آغاز سے قبل خبردار کیا تھا کہ 'اگر یہ جنگ طویل ہو جائے تو یمن کے شہری شدید بحران کا شکار ہوں گے۔ انہیں اشیائے خوردونوش، دوائیوں اور پانی کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جس سے یمن کے ہزاروں لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اس لیے ضروری ہے یمن کا کنٹرول اقوام متحدہ کے سپرد کر کے دونوں قوتیں اس علاقے سے نکل جائیں۔' اقوام متحدہ کی اس اپیل کا کسی جانب سے جواب نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ جانبین میں سے کسی کو بھی یمنی عوام کے نقصانات کی فکر نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے قبضے کی فکر میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ فتح اس کی ہوگی۔

الحدیدہ بندرگاہ کا کنٹرول حاصل کرنے کے لیے جنگ کے پہلے دن سعودیہ اور عرب امارات اپنی کامیابی کے بارے اتنے مطمئن تھے کہ انہوں نے کہا کہ 'حوثیوں کے پاس الحدیدہ کو چھوڑنے یا سرنڈر ہونے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ البتہ حوثیوں نے میدان چھوڑا اور نہ سرنڈر ہوئے۔ انہوں نے علاقے میں بارودی سرنگیں بچھا دیں۔ امارات اور سعودی فورسز نے الحدیدہ سے 6 کلومیٹر دور ہوائی اڈے کا کنٹرول حاصل کر کے بہت سے علاقوں میں حوثیوں کا محاصرہ بھی کر لیا۔ البتہ حوثی بندرگاہ سے پیچھے نہ ہٹے۔ ان کے لیے ہوائی اڈے کی نسبت بندرگاہ زیادہ اہم ہے۔ حوثی باغیوں کے پاس اسلحہ بنانے کی کوئی فیکٹری نہیں ہے۔ اس لیے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ان کے ہاتھ میں غیر ملکی اسلحہ ہے۔ جب کہ دوسری جانب سعودیہ اور امارات کے پاس بھی فرانس اور برطانیہ کے جدید ہتھیار ہیں۔ فضاء سے امریکی سیٹلائٹ سعودیہ کو حوثیوں کی نقل و حرکت کی خبر دیتا ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے خلاف غیر ملکی اسلحے کے ذریعے لڑ رہے ہیں تو ظاہر ہے اس میں انہی ملکوں کے خفیہ اہداف ہیں۔ البتہ اس جنگ کا نقصان صرف غریب یمنی عوام کو اٹھانا پڑ رہا ہے۔ یمن اس وقت ایک بڑے انسانی بحران کی جانب گامزن ہے۔ اشیائے خوردونوش، دوائیوں اور بنیادی ضرورت کی دوسری اشیاء کے ساتھ پانی کی بھی شدید قلت پیدا ہوگئی ہے۔ اقوام متحدہ نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ حالات بدستور خراب رہے تو یہاں ہیضہ کی بیماری ایک وبائی صورت اختیار کر سکتی ہے۔

حملے سے قبل سعودیہ اور اس کے اتحادیوں نے اعلان کیا تھا کہ یمنی عوام کو امداد پہنچانے کے لیے الحدیدہ سمیت دوسری بندرگاہوں کو کھولنے کے اقدامات کر رہے ہیں۔ یہ بندرگاہیں دن یا رات کے کچھ وقت میں کھلی رہیں، لیکن الحدیدہ پر حملے کے بعد یہ امید بھی ختم ہوگئی ہے۔ حوثیوں کے میزائل حملوں کے ساتھ یمن کے موجودہ حالات کے تناظر میں اس خطے میں ترکی اور ایران کی موجودگی سعودیہ اپنے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ جبوتی میں سیکورٹی کونسل کے رکن ممالک اور جاپان سمیت ترکی بھی ایک فوجی اڈہ بنانے میں مصروف ہے۔ سعودیہ کی ایک سرحد خلیج فارس کے ساتھ لگتی ہے، جہاں ایران موجود ہے۔ عراق، شام، یمن اور لبنان میں بھی ایرانی موجودگی نے سعودیہ کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔ ان ممالک سے سعودیہ ایران کی مداخلت کو ختم کرنے کی جدوجہد میں ہے، لیکن کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سعودیہ اپنی خارجہ پالیسی پر نظرثانی کرے۔ وہ بلا تفریق تمام اسلامی ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بنائے۔ امن کی راہ اپنا کر جنگ کے خاتمے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے۔ مستقبل میں ہر اس اقدام سے گریز کرے، جو اسے ایک اسلامی ملک کے خلاف جنگ پر مجبور کرے۔

سعودیہ میں درباری علماء کی کانفرنس

عبید ارمان

سعودی عرب کے شہر جدہ میں سرکاری علماء کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں تقریباً 37 ممالک کے سرکاری علماء نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا موضوع افغانستان میں امن وامان کی مخدوش صورت حال اور امن کے قیام کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں افغانستان کے آزاد، خود مختار، غیر سرکاری، حق گو، سچے اور نامور علمائے کرام کے بجائے کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے کاسہ لیس سرکاری نام نہاد علماء کو دعوت دی گئی تھی۔ یہ وہ علماء ہیں، جو افغان معاشرے میں علمی مقام تو درکنار ان کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں۔ لوگ انہیں صرف کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے کاسہ لیس افراد کے طور پر جانتے ہیں۔ جنہیں کابل نے حق بات چھپانے اور اپنے مظالم کو جواز بخشنے اور اپنی حمایت کے لیے انتظامیہ میں جگہ دی ہے۔ انہوں نے افغانستان میں امریکا کی جارحیت پر چپ سادھ رکھی ہے۔ چند سکوں کی خاطر ایمان اور ضمیر کا سودا کیے بیٹھے ہیں۔ وہ افغانستان کے تمام مسائل کا ذمہ دار مجاہدین کو قرار دے کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں۔ جب کہ امریکا اور اس کے چالیس سے زیادہ اتحادیوں کی جارحیت کے بارے میں خاموش رہتے ہیں۔ انہی علماء میں سے ایک 'کشاف' بھی ہیں، جنہوں نے اپنے ایک طویل بیان میں آخر تک امریکا کی افغانستان میں موجودگی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ امریکا کے یہاں اہداف کیا ہیں اور جنگ کے اصل ذمہ دار کون ہیں؟

> کانفرنس میں شریک افراد میں سے جس کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی، اس نے امریکی مظالم بیان کرنے کے بجائے سب سے پہلے امن اور صلح کے فضائل بیان کیے۔ صلح کے بارے میں قرآن اور حدیث کی من گھڑت تشریحات پیش کی گئیں۔ اپنے خطابات سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ افغانستان میں جاری جنگ دراصل افغانوں کی باہمی خانہ جنگی ہے۔ اس لیے افغانوں کو باہم صلح کرنی چاہیے، نہ کہ امریکا اور افغان عوام کو۔ جدہ کی اس سرکاری کانفرنس میں صرف اس مؤقف کو دہرایا گیا، جس کا امریکا اور اس کے حواری گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اس اقدام سے وہ خود کو امریکا کا مخلص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس مقصد کے لیے قرآن و حدیث کی تحریفات سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

دوسری جانب پاکستان سے بھی کئی علماء کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ انہوں نے اس سے قبل انڈونیشاء کی کانفرنس میں شرکت کر کے حقائق کا ادراک کر لیا تھا کہ اس قسم کی کانفرنسز سے امریکا افغانستان میں اپنے قبضے کو جواز اور امارت کی جہادی سرگرمیوں کو ناجائز قرار دلوانے کی کوشش میں ہے۔ وہ علماء کو ایک کٹھ پتلی کے طور استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ان باتوں کو مدِ نظر رکھ کر انہوں نے اس کانفرنس میں شرکت کرنے سے صاف انکار کیا۔ صرف ایک شخص 'قبلہ ایاز' (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل) نے اس کانفرنس میں شرکت کی، جو ایک ثقہ عالم نہیں، بلکہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور پروفیسر رہ چکے ہیں۔ اُن کا اسلامی علم مطالعے کی حد تک ہے۔

اسی طرح اس کانفرنس میں دوسرے ممالک سے بھی صرف اُن اسکالرز نے شرکت کی، جو اسلام کے بارے واجبی سا علم رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی دنیا کی مشہور جامعات جیسے دار لعلوم دیوبند، کراچی اور جامعہ ازہر سمیت دوسری جامعات میں سے کسی جید عالم، فقیہ یا مفسر نے اس کانفرنس میں شرکت نہیں کی، جو اس کانفرنس کے بطلان کے لیے ایک واضح دلیل ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ

کانفرنس میں شرکت کرنے والے تمام افراد اسلامی دنیا کے نمائندے نہیں، بلکہ اپنی اپنی حکومتوں کے سرکاری نمائندے تھے۔ ان کے فیصلے اور فتوے اپنی حکومتوں کے سیاسی اور خارجہ پالیسیوں کے تابع ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنی حکومتوں کی پالیسیوں کے مقابلے میں قرآن، حدیث اور فقہ کو اہمیت نہیں دیتے۔ ہمیں کانفرنس کے آغاز سے ہی خدشہ تھا۔ کیوں کہ کانفرنس میں شریک تمام افراد افغانستان کے حالات کے حوالے سے حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنے والے تھے۔ حالانکہ دنیا کا ہر باشعور انسان جانتا ہے کہ افغانستان میں جاری ظلم و ستم اور وحشتوں کا بازار امریکا نے گرم کیا ہے۔ وہی ہر دن درجنوں نہتے افغان عوام سے زندگی کا حق چھین لیتا ہے۔ اس کے ہاتھ مظلوم افغان عوام کے خون سے رنگین ہیں۔افغانستان کی دگرگوں صورت حال کے ذمہ دار امریکا اور اسلامی دنیا کے 'بہادر حکمران' ہیں۔

کانفرنس میں شریک افراد میں سے جس کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی، اس نے امریکی مظالم بیان کرنے کے بجائے سب سے پہلے امن اور صلح کے فضائل بیان کیے۔ صلح کے بارے میں قرآن اور حدیث کی من گھڑت تشریحات پیش کی گئیں۔ اپنے خطابات سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ افغانستان میں جاری جنگ دراصل افغانوں کی باہمی خانہ جنگی ہے۔ اس لیے افغانوں کو باہم صلح کرنی چاہیے، نہ کہ امریکا اور افغان عوام کو۔ جدہ کی اس سرکاری کانفرنس میں صرف اس مؤقف کو دہرایا گیا، جس کا امریکا اور اس کے حواری گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اس اقدام سے وہ خود کو امریکا کا مخلص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس مقصد کے لیے قرآن و حدیث کی تحریفات سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

اگر وہ واقعی امن کے داعی ہیں تو پھر اس قسم کی بڑے کانفرنس میں امریکا کی موجودگی کی طرف محض اشارہ بھی نہیں کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس قسم کے اقدامات سے امریکا افغانستان میں طویل مدت تک فوج رکھنے کے لیے میدان ہموار کر رہا ہے۔ امریکا جنگ میں امارت سے شکست کھا چکا ہے۔ اب وہ افغان عوام کو جہاد سے بدظن کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ افغان عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ علمائے سُو کے اس قسم کے جعلی پروپیگنڈوں اور فتوؤں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟

سیاسی امور کے ماہرین کے مطابق جدہ جیسی کانفرنسز کا امارت کی جہادی کارروائیوں پر کسی قسم کا منفی اثر نہیں پڑے گا۔ کیوں کہ اسلامی دنیا کے تمام باسی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی پالیسیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انہیں آزاد حکمران نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے وہ ان کانفرنسز کو بھی غیر جانب دار اور آزاد تصور نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ حتمی طور پر یہ نکلے گا کہ افغانستان میں امریکا سمیت ان تمام ممالک کے خلاف افغانوں کی نفرت میں اضافہ ہوگا اور مجاہدین کی کارروائیاں پہلے سے زیادہ تیز اور وسیع ہو جائیں گی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تمام مسلمانوں سمیت افغان عوام بھی حرمین شریفین کا دل سے احترام کرتے ہیں۔ البتہ افغان عوام اتنے سادہ لوح نہیں کہ وہ یہ نہ سمجھ سکیں کہ سعودیہ کو اس کانفرنس کے لیے کس نے مجبور کیا ہے؟ تاریخ ہر بات کو اپنے سینے میں محفوظ کر رہی ہے۔ آنے والا وقت یہ بات ثابت کرے گا کہ سعودیہ کے اس فیصلے کے کتنے منفی نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سعودیہ ایک طاقتور اسلامی ملک کی حیثیت سے امریکا پر دباؤ ڈالتا کہ وہ فوراً اپنی فوجیں افغانستان سے نکالے۔ جب کہ وہ اس کے برعکس یہ چاہتا ہے کہ امریکا افغانستان میں موجود رہے۔ مزید ظلم یہ کہ وہ امریکا کے خلاف لڑنے والے مجاہدین سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ حالانکہ افغان عوام نے امریکا کے خلاف جہاد اپنے مستند اور حق گو علماء کے فتوی پر شروع کیا ہے۔ جہاد کا یہ سلسلہ تب تک جاری رہے گا، جب تک امریکا کا آخری فوجی افغانستان چھوڑ کر بھاگ نہ جائے۔ اس لیے درباری علماء اس قسم کی کانفرنسز میں شرکت کرنے زحمت نہ کریں۔ مسلم عوام ویسے بھی ایسے علمائے سُو کے فتوؤں کو اہمیت دیتے ہیں اور نہ ان کے کہنے پر جہاد کا سلسلہ ختم ہو سکے گا۔

الخندق آپریشن کی خصوصیات

معین احمد معین

امارت اسلامیہ کی جانب سے الخندق آپریشن کے آغاز کا اب ایک مہینہ پورا ہونے کو ہے۔ الحمد للہ یہ آپریشن بہت سے علاقوں کی فتح کے ساتھ اب بھی پیش رفت کی حالت میں ہے۔ امارت اسلامیہ ہر سال جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف مخصوص عنوان سے موسم بہار کے آپریشن کا اعلان کرتی ہے، مگر حالیہ الخندق آپریشن مجاہدین کے دیگر آپریشنز کی نسبت کچھ الگ خصوصیات رکھتا ہے۔ الخندق آپریشن آغاز سے اب تک بہت سی کامیابیاں سمیٹ چکا ہے۔ اس کی تمام تر توجہ حکومتی مراکز اور حکومتی شخصیات پر ہے۔ اب تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا، جس میں الخندق آپریشن کی وجہ سے عام لوگوں کو نقصان پہنچا ہو۔

الخندق آپریشن کی منصوبہ بندی میں عسکری لحاظ سے بہت مہارت سے یہ کوشش کی گئی ہے کہ تمام تر توجہ فوجیوں اور عسکری مراکز پر رہے گی۔ یہی وجہ ہے متعدد اضلاع اور وسیع علاقوں کی فتح کے ساتھ گزشتہ ایک مہینے میں عام لوگوں کے نشانہ بننے اور مجاہدین کے آپریشنز کی وجہ سے ان کو نقصان ہونے کا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ الخندق آپریشن میں عوامی نقصانات پر کنٹرول کے علاوہ مجاہدین کی حتی الامکان کوشش ہے کہ وہ فوجی، جو مجاہدین سے مقابلہ کرتے ہیں، انہیں بغیر جنگ کے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے، تاکہ اُنہیں جانی نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔ امارت اسلامیہ نے حکومتی افراد کی ہلاکت سے بری الذمہ ہونے کے لیے ایک سرکاری اعلامیہ نشر کیا، جس میں حکومتی فوج اور تمام حکومتی افراد کو ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی گئی اور اس کے بدلے عام معافی کا اعلان کیا گیا۔ صرف معافی نہیں، بلکہ معافی کے ساتھ ساتھ زندگی کی معاشی سہولیات دینے میں تعاون کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔

الخندق آپریشن میں ہتھیار ڈالنے والے تمام فوجیوں کو عام معافی کا اعلان امارت کے اعلی اخلاقی امتیاز کی علامت ہے۔ کیوں کہ امریکی مفاد کے لیے لڑنے والے شخص کو عام معافی کا پروانہ دینا، جان کا تحفظ اور معاشرے میں آرام دِہ زندگی مہیا کرنے کی ضمانت بلاشک وشبہ بڑی اخلاقی قدر ہے۔ الخندق آپریشن کی اسی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے جن 17 صوبوں میں دشمن نے مجاہدین کی عسکری کارروائیوں کی شدت کا اعتراف کیا ہے، وہاں سیکڑوں افغان فوجی، پولیس اہل کار، قبائلی لشکر اور دیگر مسلح لوگ شامل ہیں، مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ ایک جانب الخندق آپریشن کی منصوبہ بندی انتہائی تکنیکی مہارت سے کی گئی ہے۔ دوسری جانب اس کا آغاز رمضان المبارک کے بہت قریبی دنوں میں کیا گیا، اسی برکت سے فتوحات کا سلسلہ بہت تیزی سے جاری ہے۔ ویسے بھی رمضان المبارک فتوحات اور کامیابیوں کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اس مبارک مہینے میں پورے افغانستان کی سطح پر جہادی کامیابیاں جاری اور مجاہدین بلند حوصلے سے اپنی کارروائیاں کر رہے ہیں۔

الخندق آپریشن کے اس معجزانہ جہادی سلسلے نے دشمن کو شدید پریشانی میں ڈال رکھا ہے۔ اس کا حوصلہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس کی عسکری صفوں میں ایک دوسرے کے خلاف شدید بداعتمادی بڑھ گئی ہے۔ کیوں کہ امارت کی جانب سے عمومی معافی کے اعلان سے اندرونی طور پر بہت سے فوجیوں کے جذبات متاثر ہوئے ہیں۔ اب ہر فوجی اس کوشش میں ہے کہ کیسے امریکی غلام صف کو چھوڑ کر اپنے لیے نجات اور تحفظ کا راستہ اختیار کیا جائے؟! جارحیت پسند امریکا افغانستان میں جنگ کی آگ بھڑکا کر یہاں جنگ کو طول دینا چاہتا ہے۔ وہ اسی مقصد کے لیے افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کو اربوں ڈالر دیتا ہے، تاکہ اس کی مدد اور تعاون سے جنگ کو آگے بڑھا سکے۔ مگر مجاہدین کی اس طرح کی امتیازی اور اخلاقی منصوبہ بندیاں جارحیت پسندوں کے جنگی منصوبے ناکامی سے دوچار کر رہی ہیں۔ اللہ تعالی کی نصرت سے دشمن کی تمام عسکری کوششیں اور منصوبے ناکام ہیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز

قاری حبیب اللہ

المناک واقعات اور دوہرا معیار

سوشل میڈیا میں انسانیت کے ساتھ دوہرے معیار پر مبنی سلوک کیا جاتا ہے۔ جب کسی علاقے پر مجاہدین حملہ کر کے سرکاری اہل کاروں کو نشانہ بناتے ہیں تو سرکاری میڈیا، حکومت کے حامی فیس بکی دانش وراور انٹرنیٹ پر سلامتی کونسل سے منسلک ملازمین فوجیوں کی ہلاکتوں کو عام شہریوں کے نام سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ فورا یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ فلاں جگہ طالبان نے حملہ کیا، جس میں اتنے شہری جاں بحق ہوگئے۔ پھر یہ الزام لگاتے ہیں کہ طالبان نے جان بوجھ کر عام شہریوں کو نشانہ بنایا ہے۔ اپنے ان دعوؤں کی تصدیق کے لیے فوٹوشاپ تصاویر شائع کرتے ہیں۔ جس میں عام لوگوں کا خون سڑکوں پر بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ تاہم ایسی تصاویر بارے متعدد دفعہ ثابت ہوا ہے کہ وہ عراق، شام اور دنیا کے دیگر جنگ زدہ علاقوں کی ہیں۔ حکومت کے حواری اور میڈیا اداروں کے نمائندے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر ان جعلی تصاویر کی تشہیر کرتے ہیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ میڈیا اور انسانیت کے ہمدرد صحافی اس دن اندھے اور بہرے نظر آتے ہیں، جب امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری میں نہتے شہری نشانہ بنتے ہیں۔ پورا گاؤں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ ہسپتالوں اور دینی مدارس کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سرکاری فوج کی فائرنگ اور گولہ باری کے نتیجے میں مظلوم شہری لقمہ اجل بنتے ہیں۔ ان کی جانب سے کوئی اور المناک واقعہ رونما ہوتا ہے۔ اس پر انسانیت کے ان تمام بہی خواہوں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں اور انسانیت کے ہمدرد صحافیوں کے اس دوہرے معیار کا ثبوت ننگرہار کا واقعہ ہے۔ ننگرہار میں اس سے پہلے جب کوئی واقعہ رونما ہوتا تھا تو الزام طالبان پر لگایا جاتا تھا۔ میڈیا پر بھی بدتمیزی اور پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کیا جاتا تھا۔ جب کہ سول سوسائٹی کے نام پر مغرب کے حامی بھی سوشل میڈیا پر اس کی بھرپور مذمت کرتے تھے۔ جب رمضان المبارک کے پہلے ہفتے ننگرہار میں قابض اور اجرتی فوج نے عام شہریوں پر چھاپوں کا نیا سلسلہ شروع کیا اور ہر رات عوام کو نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ان المناک واقعات میں ایک واقعہ ضلع چپرہار کا ہے۔ جس میں متعدد مظلوم شہری شہید ہوئے۔ یہ لوگ اگرچہ سینیٹ کے چیئرمین فضل ہادی مسلم یار کے قریبی رشتہ دار تھے، جو قابض امریکی اور افغان فوج کی جانب سے نشانہ بنے۔ تاہم میڈیا میں اس المناک واقعے پر معمولی سا ردعمل سامنے آیا اور اس کو نظرانداز کردیا گیا۔

22 جون کو ننگرہار کے ضلع ہسکہ مینہ پر امریکی طیاروں نے وحشیانہ بمباری کی، جس میں متعدد شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ سوشل میڈیا پر مقامی لوگوں نے بتایا کہ اس المناک واقعے میں 30 سے زائد عام شہری شہید ہوئے ہیں۔ شہداء اور زخمی اب بھی مٹی تلے دبے ہوئے ہیں۔ پژواک خبر رساں ادارے کے مطابق امریکی فوج نے اس وقت شہریوں کو نشانہ بنایا، جب وہ اپنے دیہات سے بمباری کے بعد نقل مکانی کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ علاقہ چھوڑ

کر کہیں اور جانا چاہتے تھے۔ ان بد قسمت لوگوں پر دوبارہ بمباری کی گئی، جس کے نتیجے میں المناک سانحہ پیش آیا۔ قابض امریکی فوج کی اس درندگی پر میڈیا نے کوئی ہنگامہ کھڑا کیا اور نہ ہی فیس بک کے دانشوروں نے سوگ منایا۔ کسی نے فیس بک پر یہ جملہ نہیں لکھا کہ ''ننگرہار کے غمزدہ لوگو! ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔'' جو لوگ انسانیت کا پرچار کرتے ہیں، انہوں نے بھی اس واقعے پر مکمل خاموشی اختیار کی۔

مغربیت کے پیروکاروں کے نزدیک انسانیت کے قتل عام کے بارے میں معیار مختلف ہے۔ حتی کہ فرانس میں کوئی نائٹ کلب میں بھی مارا جائے تو یہ لوگ سوگ مناتے ہیں۔ ماتم کرتے ہیں، لیکن یہ اپنے غریب عوام کے قتل عام پر خاموش ہیں۔ آج کل مشہور ہے کہ مغرب میں کتا بھی مارا جائے تو مہذب دنیا کے تمام لوگ چیخ اٹھتے ہیں۔ جب کہ مسلم ممالک میں ہزاروں بھی ایک دن میں قتل کیے جائیں تو کوئی اس پر افسوس کا اظہار نہیں کرتا۔ فریڈک نیچے ایک جرمن فلسفی ہیں، جن کا شمار مغربی طرز فکر کے بانی رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ فریڈک نیچے دنیا بھر کی انسانیت کے لیے انصاف کے دو تصور پیش کرتے ہیں۔ ایک جدید دنیا میں ترقی یافتہ انسانوں کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ امیروں کے لیے غریبوں کا استحصال جائز ہے۔ دوسرا انصاف کا پیمانہ یہ ہے جو پسماندہ لوگ ہیں، انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ مہذب لوگوں کے جبر کی چھری تلے جارحیت کا شکار ہوں تو وہ مزاحمت کریں۔ وہ سمجھتے ہیں انسانی حقوق صرف ان لوگوں کے لیے مختص ہیں، جنہوں نے مغربی فکر اور تمدن کو قبول کیا ہے۔ تیسری دنیا کے پسماندہ لوگ کیڑے مکوڑے ہیں۔ ان کی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ استعمار کے لیے ان کا قتل جائز ہے۔ یورپ نے اسی ذہنیت کی بنیاد پر امریکا، آسٹریلیا اور دیگر علاقوں کے نوآبادیاتی باشندوں کو اجتماعی طور پر قتل کیا۔ ان مارے جانے والوں کے سروں سے نئی تہذیب کے ستون قائم کیے اور انسانی حقوق کے علمبردار ہونے کا دعوی کیا۔ اسی طرز فکر کے مطابق ایک اسرائیلی کا خون سو فلسطینیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر اسلامی دنیا میں سیکڑوں لوگوں کا قتل عام کیا جائے تو مغربی میڈیا اس کی سنگل کالم خبر بھی شائع نہیں کرے گا۔ جب کسی مغربی ملک میں ایک شخص چھری سے بھی مارا جائے تو اس پر کئی دن خبریں اور خصوصی رپورٹس شائع ہوتی رہیں گی۔

اس دو طرفہ رویے کی وجہ یہ ہے کہ مغرب اور اس کے مقامی پیروکاروں نے انسانی معاشرے کے ساتھ دہرا معیار اپنایا ہوا ہے۔ ان کے ہاں انصاف کے دو پہلو ہیں۔ غریب کے لیے الگ قانون اور مہذب دنیا کے لیے الگ انصاف ہے۔ وہ اپنے ہم فکر لوگوں کے لیے امن، ترقی اور انسانی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مخالف فکر لوگوں کے لیے قتل وغارت گری، بم حملے، تکالیف، بدامنی، لاقانونیت، بیماریاں اور مصائب چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں انسانی حوق کے علمبردار دراصل انسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔ انہوں نے انسانیت کے لیے دہرا معیار قائم کر رکھا ہے۔ ایسے لوگ واقعی سماج کے دشمن اور ظالم انسان ہیں۔ جن کے شر سے قوم اور ملک کو نجات دلانا ضروری ہے۔ افغانسان میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں، جو امریکی فوجیوں کی ہلاکت پر تو افسوس کا اظہار کرتے اور اس کی مذمت کرتے ہیں۔ جب کہ امریکی فوج کی بمباری میں شہید ہونے والے غریب افغان شہریوں پر بظاہر خاموش، لیکن دل میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے ایسے دلدادہ لوگوں کے لیے افغانستان میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ قابض فوج کے انخلا کے ساتھ ہی یہ لوگ بھی رخت سفر باندھ لیں گے۔ ان کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔ ان شاءاللہ تعالی

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے

عالیقدر امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولانا هبت الله اخندزاده صاحب حفظه الله کا پیغام

بسم الله الرحمن الرحيم

الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله و الله اکبر، الله اکبر و لله الحمد.

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه اجمعين. وبعد: قال الله عزوجل: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ. (الحجرات: ۱۵)

اے امتِ مسلمہ اور افغان مجاہد عوام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سب کو عید الاضحیٰ مبارک ہو۔ اللہ تعالی آپ کی طرف سے سرانجام دی جانے والی تمام طاعات، قربانیاں اور عبادات قبول فرمائیں۔ اللہ تعالی مجاہدین کو مکمل کامیابی، شہداء کی شہادت کی قبولیت، جہاد کی راہ میں زخمی ہونے والے افراد کو شفائے کامل، قیدیوں کو فی الفور نجات اور غم زدہ خاندانوں کو صبر جمیل اور نعیم البدل نصیب فرمائے۔ اللہ تعالی یتیموں کا حامی ومددگار ہو۔

اے افغان مجاہد ملت!

اس سال عید الاضحیٰ ایسے حالات میں آرہی ہے کہ امریکی جارحیت کے خلاف افغان جہادی مزاحمت اللہ تعالی کی نصرت سے کامیابی سے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔ کافر استعماری افواج مقابلے کی قوت کھو چکی ہیں۔ ان کی جنگی پالیسی ناکام ہو چکی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی اور فوجی وسائل بے کار، مجاہدین کے خلاف فتنہ گر مفسد گروہ شکست سے دوچار ہے۔ مغرور امریکی جنرل افغان عوام کی جہادی عظمت کے سامنے جھک گئے ہیں۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ. (یونس: ۵۸)

ہمیں چاہیے اس خدائی نصرت اور جہادی کامیابیوں کا شکرانہ مزید جہادی جدوجہد اور خدمات کے ساتھ ادا کریں۔ اپنی نیت اور اعمال کی اصلاح سے خود کو مزید الہی نصرت اور معاونت کے قریب تر لے جائیں۔ چوں کہ اعمال صالحہ جہاد میں ثابت قدمی اور استحکام پیدا کرتے ہیں۔ نیک اعمال کی برکت سے جنگ میں جلد کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ جہاد کے لیے اخلاص ایک ضروری شرط ہے۔

'قال ابو الدرداء: انما تقاتلون باعمالكم.' (البخاری: باب عمل صالح قبل القتال)

ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک تم اپنے (نیک) اعمال کے بل بوتے جنگ کرتے ہو۔

اے قابلِ قدر اہل وطن!

صلح اور امن وامان کو برقرار رکھنا امارت اسلامیہ کے عظیم اہداف میں سے ہے۔ البتہ جارحیت کی موجودگی میں صلح کا قیام ممکن نہیں ہے۔ جب کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ افغان عوام نے اسلامی نظام کے نفاذ اور خودمختاری کے لیے عظیم قربانیاں دی ہیں۔ انہیں کسی قیمت پر بھی داؤ پر نہیں لگایا جاسکتا۔ کسی کو ان عظیم اہداف پر ہم سے سمجھوتے کی امید نہیں ہونی چاہیے۔ جب امریکا سترہ سال قبل افغانستان پر جارحیت کے لیے عالمی جنگی اتحاد قائم کر رہا تھا، تب امارت اسلامیہ نے اسے

افہام و تفہیم اور معقول سیاست اپنانے کی دعوت دی تھی۔ امریکی صدر نے غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ایسی لڑائی شروع کر دی، جو امریکی عوام کو انتہائی مہنگی پڑی ہے۔ یہ جنگ امریکی تاریخ سب سے طویل، نقصان دہ اور ناکام لڑائی رہی ہے۔ البتہ اس جنگ نے افغانستان سمیت دنیا بھر کو شدید بدامنی کا شکار بنایا ہے۔ اس جنگ نے امریکا کو عالمی اور قومی سطح پر بدامنی، بے وقعتی اور ذہنی بے چینی سے دوچار کیا ہے۔ امارت اسلامیہ اب بھی امریکا کو طاقت آزمائی کے بجائے افہام و تفہیم کی دعوت دیتی ہے۔ امارت اسلامیہ امریکا کی ایسی پالیسی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جو اس طویل لڑائی کو ختم کرنے کی ضامن ہے۔ وہ پالیسی افغانستان سے انخلا ہے۔ کابل پر مسلط کی گئی انتظامیہ کی کرپشن، نااہلی اور ناکامی سے اب امریکا بھی تنگ آ چکا ہے۔ اب وہ اس پر اعتماد کرنا گوارا نہیں کرتا۔ اس کرپٹ انتظامیہ کی قیادت ایسے شخص کو سونپی گئی ہے، جس کی قیادت کا تمام دورانیہ حکومتی ارکان سے مخاصمت، چیف ایگزیکٹیو کو نیچا دکھانے، اپنے نائب کو ذلیل کرنے، کابینہ سے محاذآرائی اور گورنروں کے ساتھ تنازعات میں گزارا ہے۔ چوں کہ آئندہ حکومت بنانے کے لیے جس الیکشن کے نام منصوبے کا آغاز کیا گیا ہے، وہ اتنا ناکام ہے کہ اس کرپٹ نظام کے ارکان بھی انتخابات کے وقوع کو بعید سمجھتے ہیں۔

اپنے دین اور سرزمین کے دفاع کی خاطر استعمار کے خلاف جدوجہد اور مزاحمت کی قیادت امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ الحمدللہ! امارت اسلامیہ عسکری، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے جنگ کو سنبھالنے کی اچھی صلاحیت کی حامل ہے۔ یہ خطے کے ہمسایہ ممالک کے حوالے سے ایک معتدل پالیسی رکھتی ہے۔ حتی کہ امریکا اور نیٹو تک نے اعتراف کیا ہے کہ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔ جنگی تناظر میں اس نمایاں خصوصیت کی موجودگی میں امریکا افغانستان سے انخلا کر جائے تو ہم یہاں امریکا سمیت تمام دنیا کو بدامنی کے سدباب اور امن و امان برقرار رکھنے کی ضمانت دے سکتے ہیں۔

امریکا کے ساتھ مذاکرات بارے:

موجودہ افغان جنگ امریکا کی پیداوار ہے۔ امارت اسلامیہ ابتداء سے لڑائی کے خاتمے کے لیے امریکا سے براہ راست مذاکرات پر اصرار کرتی رہی ہے۔ دوسری طرف امریکا اس جنگ کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ مزید وہ بظاہر جنگ کے خاتمے کے لیے ایسی سرگرمیاں سامنے لاتا ہے، جن میں معقولیت اور منطق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یقیناً امریکا کا یہی طریقہ کار جنگ کو طول دینے کا سبب بن رہا ہے۔ اگر امریکا افغانستان کے زمینی حقائق تسلیم کر کے امارت اسلامیہ سے براہ راست مذاکرات پر آمادگی ظاہر کرتا ہے تو یہ ایک قابلِ تحسین عمل ہوگا۔ حقیقی، شفاف اور نتیجہ خیز مذاکرات ہماری پالیسی کا اہم حصہ ہیں۔ ان میں کسی قسم کا دھوکہ اور فریب نہ ہو۔ امارت اسلامیہ افغان عوام اور تمام مسلمانوں کو یقین دلاتی ہے کہ ہمارے لیے مذاکرات میں صرف وہ فیصلے قابل قبول ہوں گے، جن میں ہمارے اسلامی اہداف یقینی بنیادوں پر پورے ہوں۔ افغانستان کی آزادی اور جنگ کے خاتمے کی حقیقی ضمانت موجود ہو۔

امریکا کے فوجی، مذہبی اور سماجی دباؤ سے متعلق:

یہ حقیقت ہے کہ امریکا نے افغانستان پر ظالمانہ جنگ اور افغانوں پر تشدد کو طول دینے کی خاطر سترہ سال میں کسی قسم کے ہتھکنڈے اور ظلم سے دریغ نہیں کیا ہے۔ وہ اب بھی ہمارے دفاعی جہاد کو کمزور کرنے کے لیے چند فتنہ پرور بندوق برداروں کو استعمال کر رہا ہے۔ علماء کو مذہبی اجلاس کے نام پر مختلف ممالک میں جمع کر رہا ہے۔ دھرنے کے نام پر سادہ لوح افراد کو ورغلا کر قوم کی توجہ اپنے مظالم سے ہٹانا چاہتا ہے۔ ملک و ملت کو تقسیم کرنے کے لیے مختلف سیاسی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر دھڑے بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم اپنی جائز جہادی مزاحمت کو حق سمجھتے ہوئے مطمئن ہیں کہ دشمن کے اس طرح کے ہتھکنڈے اس کی ناکامی کی نشانی ہیں۔ دشمن ہرگز افغان عوام کے جہادی اہداف کو پورا ہونے سے نہیں روک سکتا۔ افغان صدیوں سے باہم بھائیوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ افغانستان ہمارا مشترکہ گھر ہے۔ اس کا تحفظ، باہم اتحاد اور ہر قسم کی خفیہ اور اعلانیہ سازشوں کا سدباب سب افغانوں کی ذمہ داری ہے، تاکہ یہ ملک فتنوں کا شکار نہ ہو جائے۔ مجاہدین اللہ تعالی کی نصرت اور اپنے بازو کی قوت سے ایسے فتنوں کی روک تھام کے لیے کمربستہ ہیں۔ افغان عوام کو اُن کے پس پشت پناہی کرنی چاہیے۔ اس ملت کے ہر احساس مند فرد کو مجاہدین کی حمایت کرنی چاہیے۔

کابل، مکہ، جدہ کانفرنسز سے متعلق:

امریکی مذہبی دباؤ کے سلسلے میں کابل میں چند درباری علماء نے ہنگامی اجلاس کے بعد تنظیم تعاون اسلامی کے زیر اشرف علماء کے نام سے آخری اجلاس جو سعودی عرب کے جدہ اور مکہ مکرمہ شہروں میں منعقد ہوا اور اس دوران امریکی جارحیت کے خلاف افغان مسلمان عوام کے شرعی جہاد کو افغانوں کی باہمی لڑائی سمجھی

گئی ہے اور اس کے بارے میں چند نکات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ بات بہت تکلیف دِہ ہے کہ جس OIC کی بنیاد سعودی شاہ فیصل رحمہ اللہ نے رکھی تھی، اس کا مقصد عالمِ اسلام کے حقوق کا تحفظ و دفاع تھا۔ بد قسمتی سے اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے دشمن کے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے ایسے فیصلے صادر ہو رہے ہیں، جن میں عالمِ اسلام کی خیر خواہی کے بجائے دشمن کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ میں امت مسلمہ کے علمائے کرام اور 'او آئی سی' کے سابق میں عالمِ اسلام کی بھلائی کے لیے انجام دی گئی خدمات کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ افغانستان میں جاری شرعی جہاد بارے کابل کانفرنس اور او آئی سی کے پلیٹ فارم سے سامنے آنے والے جہاد مخالف فیصلوں کو صریح قرآنی نصوص کے خلاف، اس تنظیم اور اس کے سمجھ دار بانیوں کی توہین سمجھتا ہوں۔

علماء کے نام پر افغان جہاد بارے فیصلہ دینے والوں سے میرا سوال ہے کہ 'کیا امریکی صدر بش کی جانب سے افغان سرزمین پر شروع کی جانے والی صلیبی جنگ کے حوالے سے آپ حضرات کے پاس کوئی معلومات ہیں؟ اگر افغانستان پر صلیبی جارحیت کے حوالے سے آپ بنیادی معلومات سے ناآشنا ہیں تو شرعی جہاد بارے بے علمی کی بنیاد پر دیا گیا فتویٰ شرعاً اور علمی طور پر باطل عمل ہے۔ اگر آپ کو علم ہے کہ امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی ہے، آپ اس علم کے باوجود استعمار کے خلاف افغان جہادی مزاحمت کو ناجائز سمجھتے ہیں (والعیاذ باللہ) پھر آپ اپنے فتویٰ کو ذیل میں دی گئی قرآنی نصوص کی روشنی میں کیا مفہوم دیں گے؟

أ. وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ .(البقرة:١٩٠)

ب. فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ .(البقرة:١٩٤)

ج. وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ .(هود: ١١٣)

آپ کس دلیل کے تحت افغانستان میں استعمار کے خلاف موجودہ جہاد کو افغان خانہ جنگی سمجھتے ہیں؟ اگر آپ کی منطق کے مطابق یہ افغان خانہ جنگی ہے تو پھر آپ اس مزاحمت کے خلاف امریکی اور نیٹو کی لڑائی کو کیا مفہوم دیں گے؟ میں علماء کے نام پر یہ فیصلہ صادر کرنے والے معززین کو بتلانا چاہتا ہوں کہ افغانستان میں محارب کفار کے خلاف موجودہ فرض عین جہاد افغانستان کے اہلِ حق علماء کی شرعی قیادت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ امریکا اور نیٹو اپنی تمام تر قوت اور طاقت کے باوجود اس مقدس جہاد کے مقابلے سے عاجز ہیں۔ اس کا بنیادی سبب جہاد کی حقانیت، شرعی نصوص پر مجاہدین کا اعتماد اور نفاذِ اسلام کے لیے مجاہدین کا اخلاص ہے۔

میں سمجھتا ہوں آپ حضرات افغانستان پر بش کی صلیبی جارحیت سے بے خبر ہیں اور نہ ہی جہاد سے متعلق صریح قرآنی آیات کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ معاشی مجبوری کی وجہ سے دیا ہے تو ایسا نہ کریں۔ قرآن کو معاشی وسیلے کے لیے استعمال نہ کریں۔ اللہ تعالی سے ڈریں۔ اس ذات سے معافی کی التجا کریں۔ وہ آپ کو اس مجبوری سے نجات دلائے گا۔ ان شاء اللہ

سعودی حکام کو ہمارا یہ مشورہ ہے کہ سعودی عرب اور افغان عوام کے درمیان ایک مضبوط ایمانی اور اسلامی رشتہ موجود ہے۔ وہ ایسا رشتہ ہے، جو سعودی عوام اور حکومت کو افغانستان کے خلاف کفریہ جارحیت کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا میں سعودی حکا کو ایسی کانفرنسز کی میزبانی کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کی یاددہانی کراتا ہوں کہ 'نحن قوم أعزنا الله بالإسلام فإن ابتغينا العزة بغيره أذلنا الله.'

ہم ایسی قوم ہیں، جسے اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے عزت دی ہے۔ اگر ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں اپنے لیے عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ تعالی ہمیں ذلیل کر دیں گے۔ مسلمانوں کی اصل عزت اسلام کی پیروی میں ہے۔ جو اسلام کے علاوہ میں عزت تلاش کرے گا، اللہ تعالی اُسے ذلیل کر دے گا۔ روس خلاف جہاد کے دوران کثیر تعداد میں سعودی نوجوانوں نے اپنی اسلامی ذمہ داری ادا کی اور قابلِ قدر قربانیاں دیں۔ سعودی اور افغان شہداء کے لہو سے ہی یہاں اسلام کی سربلندی کا درخت پروان چڑھا ہے۔ آپ ان شہداء کی قربانیوں کی لاج رکھتے ہوئے افغان جہاد سے تعاون کریں!

امریکا دیگر ممالک کو جنگ میں الجھانا چاہتا ہے:

امریکا نے 2018 کے آغاز میں اشرف غنی کو ذمہ داری سونپی کہ امارت اسلامیہ کو صلح کے نام پر تجاویز دیں۔ دوسری طرف امریکا نے اپنی تمام تر توجہ امارت اسلامیہ کے

خلاف فوجی زور آزمائی پر مرکوز رکھی۔ حتی کہ بروکسل میں نیٹو کے حالیہ اجلاس میں نیٹو ارکان کے علاوہ متحدہ عرب امارات اور قطر سے بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی فوج افغانستان میں لڑنے کے لیے بھیجیں۔ ہم امریکی دستور میں نیٹو کے متحدہ عرب امارات اور قطر سے ایسے مطالبے کو ان کے فوجی افلاس اور ناکامی کا نام دیتے ہیں۔ متحدہ عرب امارات اور قطر کو بتانا چاہتے ہیں کہ امریکا اس جنگ میں آپ کو اس لیے شامل کرنا چاہتا ہے، تاکہ اس لڑائی کے جنگی، معاشی اور انسانی نقصانات آپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی پہنچیں۔ اگر امریکا جیسے سپر پاور اور نیٹو جیسے جدید فوج رکھنے والے یہ جنگ نہیں جیت سکے تو آپ کے 10 اور 100 فوجی کون سا کارنامہ انجام دے سکیں گے؟! ہوشیار رہیں ، تاکہ امریکا آپ کو گوند کے اس دلدل میں نہ دھکیل دے، جس میں وہ خود الجھ چکا ہے۔

عوام کی خوش حالی سے متعلق:

امارت اسلامیہ افغان عوام کی دنیوی زندگی کی خوش حالی کے لیے معاشی ترقی، تعمیر نو، سرمایہ کاری اور مختلف معاشی پالیسیاں اختیار کرنے کو زندگی کی اہم ضرورت سمجھتی ہے۔ افغانستان کے دولت مند حضرات اور تعلیم یافتہ طبقے پر دیگر افغان باشندوں سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ ملک کے مستقبل بارے قابل عمل اور نتیجہ خیز منصوبوں غور و فکر کریں۔ یہ ملک آپ کے ذریعے ترقی کرے گا۔ یہ ملک آپ کے سکون اور آرام کی جگہ ہے۔ یہ ملک ہمارا اور آپ کا مشترکہ گھر ہے۔ اس بارے ہم سب کی ایک ہی ذمہ داری ہے۔

اے امارت اسلامیہ کے ذمہ داران:

جو علاقے امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہیں، ان سے مجاہدین کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ تمام علاقوں کے فوجی اور سول حکام کو چاہیے وہ اسلامی حکومت کے حقیقی تصور کو زندہ کریں۔ انہیں اللہ تعالی کے تمام بندوں کے حقوق کی رعایت کرنی چاہیے۔ ظلم، تعدی اور بداخلاقی سے بچنا چاہیے۔ ظالموں کو لگام لگادی جائے۔ مسلمان عوام کے جان، مال، عزت اور تمام حقوق کے تحفظ کے لیے کسی طرح کی قربانی اور ایثار سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

میں ایک بار پھر اللہ تعالی سے التجاگزار ہوں وہ امت مسلمہ پر اپنا خصوصی فضل فرمائے۔ دنیا کا کوئی بھی مسلمان کسی بھی دشمن کے ظلم و جبر میں ہو، اللہ تعالی اس کی نصرت فرمائے۔ اللہ تعالی مقبوضہ فلسطین کو غاصب یہودیوں کی سرکشی سے آزادی عطا فرمائے۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اتفاق اور وحدت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اللہ تعالی سے التجا کرتے ہیں کہ وہ افغانستان کو امریکی جارحیت سے نجات دلادے۔ افغان غیور عوام کی اس طویل مصیبت کو اپنے فضل و کرم سے ختم فرمادے۔ افغان مسلم عوام کو باہمی اتفاق اور اتحاد کی برکت سے دشمن کی تمام سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ اپنی سرزمین میں اسلامی نظام کے نفاذ کی نعمت سے نوازے۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے قربانی کی ہو یا قربانی پر قادر ہوں، ان سے میرا مطالبہ ہے کہ شہداء، قیدیوں، فقراء اور لاچار مسلم خاندانوں کو خوشی کے ان ایام میں فراموش نہ کریں۔ ان سے تعاون کریں، تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ اسی امید پر ایک بار پھر آپ حضرات کو عیدالاضحیٰ کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اے امتِ مسلمہ! عیدالاضحیٰ مبارک ہو۔ اللہ تعالی آپ کی تمام عبادات قبول فرمائے۔ آمین، والسلام

عالی قدر امیرالمؤمنین

شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

07/ذی الحجۃ 1439ھ، بمطابق 18/اگست 2018ء

احمد مختار

الخندق آپریشن کی میڈیا کوریج

رواں سال امارت اسلامیہ کا الخندق آپریشن جس طرح عسکری لحاظ سے ایک نمایاں آپریشن سمجھا جارہاہے، اسی طرح میڈیاوار میں وسیع پیمانے پر توجہ حاصل کر رہاہے۔ یہ آپریشن اعلان کے پہلے دن ہی اہم خبر کے طور پر نیشنل اور انٹرنیشنل میڈیا میں سرفہرست رہا۔ عملی آغاز کے بعد بھی اس کی کارکردگی روزانہ کی بنیاد پر میڈیا پر چھائی رہی ہے۔ الخندق آپریشن کی اس میڈیا کوریج میں سب سے اہم کردار خود امارت کے عسکری اور نشریاتی حکام کی اَن تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ کسی بھی کارروائی کا بہت باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں۔ چھوٹا بڑا واقعہ پوری تفصیل سے مقامی اور عالمی میڈیا تک پہنچاتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان افغانستان کے ہر کونے سے الخندق آپریشن کی تمام تر جزوی معلومات بھی اپنے مقررہ کارکنوں کے ذریعے حاصل کرکے مقامی اور بیرونی میڈیا کے ساتھ سے شیئر کرتے ہیں، جس کے ایڈریس پہلے ہی سے ان کے پاس محفوظ ہیں۔ امارت اپنی تمام تر سرگرمیاں اپنے میڈیا ذرائع الامارہ ویب سائٹ اور دیگر متعلقہ سائٹس پر بھی نشر کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے دونوں ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہد اور قاری یوسف احمدی صاحب سوشل میڈیا پر اپنے اکاونٹس کے ذریعے بھی افغان حالات سے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں امارت اسلامیہ کی موبائل میڈیا ٹیمز کچھ اہم اور نمایاں کارروائیوں کی ویڈیو فلمیں جدید ترین کیمروں سے تیار کر کے بروقت متعلقہ میڈیا اداروں سمیت امارت اسلامیہ کی مرکزی ویب سائٹ پر بھی نشر کرتی ہیں۔

بلاشبہ حالیہ عسکری اور سیاسی جنگوں میں میڈیا وہ مؤثر ذریعہ ہے، جو نفسیاتی اور پروپیگنڈے کے لحاظ سے مقابل فریق کو نقصان پہنچانے اور ختم کرنے میں خاص کردار ادا کرتاہے۔ جارحیت پسندوں کے خلاف مجاہدین کی میڈیا جنگ نے امریکا اور نیٹو جیسی وسائل سے لیس طاقتوں کو بھی اپنے اثرات سے مرعوب کر رکھاہے۔ ان کے عسکری کمانڈر اعتراف کر رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ عدم وسائل کے باوجود امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ کی نسبت اپنی کارروائیوں کو میڈیا کوریج دینے کے معاملے زیادہ تیز اور کامیاب ہے۔ الامارہ میڈیا سینٹر مجاہدین کی کارروائیوں کی کوریج کے لیے ہر طرح کے نشریاتی وسائل کا استعمال کرتا ہے۔ یہی وسائل امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ کے سکیورٹی اور دفاعی قوتوں کے پاس بھی ہیں اور وہ بھی ان وسائل کا استعمال کرتے ہیں۔ مجاہدین کی پیش رفت کی خبریں اُن تک بھی پہنچتی ہیں۔

البتہ جب کابل انتظامیہ کا کوئی اہل کار اپنے محصور فوجی مرکز میں نشریاتی وسائل کے ذریعے دیگر فوجیوں کی ہلاکت یا ان کے مرکز کے سقوط کی خبر سنتاہے تو نفسیاتی طور پر اس کا حوصلہ ٹوٹ جاتاہے۔ 'حوصلہ' مقابلے کا وہ نفسیاتی ہتھیار ہے، جب یہ ہاتھ سے نکل جاتاہے تو پھر ایسے فوج کے لیے شکست ایک لازمی حقیقت بن جاتی ہے۔ امارت کے نمائندے فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب، ٹیلی گرام حتی کہ کچھ علاقوں میں ایف ایم ریڈیوز کو استعمال کرتے ہیں، جس کی نشریات سے حکومتی شخصیات سمیت ہر کوئی آسانی سے استفادہ کر سکتاہے۔ اس میڈیا سرگرمیوں نے جس طرح دشمن کو نفسیاتی طور پر مغلوب کر رکھاہے، اسی طرح دشمن کی طرف سے ہتھیار ڈالنے کا ذریعہ بھی آسان ہوگیاہے۔ افغانستان کے جنوب مغربی علاقوں میں مجاہدین کی حالیہ فتوحات بڑی حد تک ان کی منظم میڈیاوار کا نتیجہ ہیں۔

امارت اسلامیہ کے میڈیا حکام کو چاہیے کہ اس جنگ کو مزید مؤثر بنانے کے لیے مزید مضبوط اقدامات کریں۔ ہر جگہ مجاہدین کے حملہ آور گروپوں کے ساتھ ان کارروائیوں کی میڈیا کوریج کے لیے ایک تربیت یافتہ فوٹو گرافر بھی فراہم کریں، جو مجاہدین کی تمام سرگرمیوں کی ویڈیو بناکر جہادی نشریات کے شائقین تک پہنچائیں۔ یقیناً اس اثر دشمن پر بھی ہوگا۔

محمد بشیر ارمان

افغان جنگ اور امریکی حالت

معروف امریکی اخبار 'واشنگٹن پوسٹ' نے حال ہی میں جمہوریہ پارٹی کے سینیٹر 'رنڈن پاؤل' کے حوالے سے لکھا ہے کہ 'امریکا افغانستان سے افواج کے انخلا پر غور کر رہا ہے۔' رنڈن پاؤل کے مطابق ٹرمپ نے انہیں بتایا کہ 'ہمیں اس جہنم سے نکلنا ہو گا۔'

گزشتہ چار دہائیوں سے افغان عوام پر استعماری قوتوں نے جنگ مسلط کر رکھی ہے۔ سوویت یونین اور کمیونسٹوں کی یلغار سے افغانستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ آج تک افغانستان میں جو افراتفری اور مشکلات ہیں، یہ سوویت یونین کی یلغار کا نتیجہ ہے۔ لاکھوں افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ آج تک ان کے دکھوں کا مداوا نہیں ہوا ہے۔ غیور افغان عوام نے سوویت یونین اور کمیونسٹ یلغار کے آگے سر نہیں جھکائے۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جیے۔ افغان مجاہد عوام نے افغانستان کی آزادی کے لیے لازوال قربانیاں دیں۔ سوویت یونین اور کمیونسٹ لشکر کے خلاف تاریخی معرکہ جیتا۔ جس کے نتیجے میں سوویت یونین شکست سے دوچار ہوا۔ نتیجۃً اس کی کوکھ سے دس مقبوضہ اسلامی مسلم ممالک برآمد ہوئے۔

توقع یہ تھی کہ اتنی شدید مشکلات کے بعد افغان عوام پرسکون زندگی گزاریں گے۔ افغانستان امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ بدامنی اور انارکی کا خاتمہ ہو گا۔ تاہم طاغوتی قوتوں نے جہاد کے ثمرات سے افغان عوام کو محروم کر دیا۔ کمیونسٹ ملیشیا کی زبوں حالی کے باوجود ان کی حمایت کی اور انہیں اقتدار میں لایا گیا۔ جب کچھ جہادی تنظیموں کے سربراہ آپس میں دست و گریبان ہوئے تو انہوں نے اس موقع پر خوف فائدہ اٹھایا اور کمیونسٹ ملیشیا کو مضبوط کیا۔ انہیں جہادی تنظیموں میں بھی داخل کر دیا۔ انہیں اندر سے کھوکھلا کیا گیا، جس کے باعث افغانستان کو شدید نقصان پہنچا۔ مجاہدین نے افغانستان اور عوام کے تحفظ کے لیے جہادی تحریک کا آغاز کیا اور جہاد کے ثمرات سے مجاہد عوام کو مستفید کیا۔ انہوں نے افغانستان کے 95 فیصد رقبے پر امن قائم کیا۔ بدقسمتی سے امریکا اور دنیا بھر کی استعماری قوتوں کے لیے افغانستان میں امن اور اسلامی نظام ناقابل قبول تھا۔ اس لیے انہوں نے گیارہ ستمبر کو جواز بنا کر افغانستان پر یلغار کی۔ امریکی جارحیت کے بعد افغان عوام پر ایک بار پھر تاریک دور کا آغاز ہوا۔ ناقابل تلافی نقصان اور مشکلات کا سامنا ہوا۔ جو اب تک شدت کے ساتھ جاری ہیں۔ تاہم غیور عوام نے سر جھکانے کے بجائے مقابلہ کرنے کی ہمت کی اور گزشتہ سترہ برس سے امریکا اور دنیا بھر کی طاغوتی قوتوں کا بڑی جرأت سے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ ایمانی قوت سے مالا مال مجاہدین نے افغانستان کو امریکی فورسز کا قبرستان بنا دیا اور اب افغانستان کا چپا چپا قابض امریکی فورسز کے لیے جہنم کی مانند ہے۔

امریکا کو اپنے غرور کی وجہ سے تاریخی اور اندازے سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ ہزاروں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ میڈیا کے مطابق افغانستان میں ہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ امریکا اس کو خفیہ رکھنے کی پالیسی پر مجبور ہوا۔ امریکا بہت کم ہلاکتوں کا اعتراف کرتا ہے۔ بیشتر فوجیوں کی لاشیں افغانستان سے منتقل کرنے بعد بحرین کے سمندر کے

قریب سرد خانے میں رکھی ہیں۔ کیوں کہ امریکی حکام ڈرتے ہیں کہ اگر امریکی عوام کو اصل اعداد و شمار کا پتا چلا تو ممکن ہے کہ امریکا میں جنگ کے خلاف شدید عوامی رد عمل سامنے آئے۔ چوں کہ یہ جنگ سترہ برس سے جاری ہے۔ اس لیے دنیا میں امریکی فوج کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں سوالات اٹھ رہے ہیں۔ کیا امریکی فوج چند ہزار مجاہدین کے مقابلے میں جنگ ہار گئی ہے؟ اس قسم کے سوالات کے جواب نہ دینے کی وجہ سے امریکا کے عسکری حکام پریشان ہیں۔ مبصرین کے مطابق اگر امریکا مزید 17 برس تک افغان جنگ جاری رکھے، پھر بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ان کے مطابق افغان جنگ نے امریکا کو بند گلی میں دھکیل دیا ہے۔

افغانستان میں جنگ کو دوام دینا نہ صرف اس افغانستان کے لیے، بلکہ خطے کے دیگر ممالک کے لیے بھی باعث نقصان ہے۔ خطے کی بدامنی کی بنیادی وجہ افغانستان میں قابض افواج کی موجودگی ہے۔ اس جنگ سے جتنے افغان عوام متاثر ہیں، اتنے چیلنجز خطے کے دیگر ممالک کو بھی درپیش ہیں۔ ان ممالک کے عوام عدمِ تحفظ کا شکار ہیں۔ اگر اس جنگ نے طول پکڑا تو یہ افغانستان اور خطے کے ممالک کی بدقسمتی ہوگی۔ ضروری ہے کہ افغان عوام اور خطے کے ممالک احساس کریں اور جس قیمت پر بھی ممکن ہو، افغانستان اور خطے کے دیگر ممالک کو امریکا کے شر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ امریکا کے پاس افغان جنگ کے خاتمے کے علاوہ کوئی چانس نہیں ہے۔ امریکا پر بین الاقوامی سطح پر سیاسی دباؤ بڑھانا چاہیے، تاکہ وہ جنگ کے خاتمے کے لیے اپنی منصوبہ بندی واضح کرے۔ اگر امریکا جنگ کا خاتمہ نہیں چاہتا تو پڑوسی ممالک ضرور اس جنگ سے متاثر رہیں گے۔

کیا امریکی حکام نے محسوس کیا ہے کہ وہ افغان جنگ میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ دراصل امریکی فوجی جرنیلوں نے تاریخ کی عدالت میں ہزیمت سے بچنے کے لیے ہمیشہ جنگ جاری رکھنے پر زور دیا ہے۔ تاکہ کل تاریخ میں ان کے نام شکست خوردہ جرنیلوں کی فہرست میں نہ آئیں۔ اس لیے ہر جرنیل یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے دور میں امریکا تاریخی شکست اور زوال کا باقاعدہ اعلان نہ کرے۔ ایسے جرنیل وائٹ ہاؤس اور کانگریس پر اپنے خیالات مسلط کرتے ہیں۔ جنگ کی مدت میں توسیع کی منظوری لیتے ہیں۔ یہ آخر کب تک؟ اب امریکی سیاست دان بھی سمجھ گئے ہیں کہ فوجی جرنیلوں کے دعوے محض دعوے ہی ہیں۔ وہ جنگ کی صورت حال تبدیل نہیں کر سکتے۔ جب ٹرمپ امریکی صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے شروع میں جرنیلوں کا لہجہ استعمال کیا اور بہت بڑے دعوے کیے۔ جنوبی ایشیا کے لیے نئی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ نئے جنگی طیارے یہاں لائے گئے۔ بی 52 طیاروں کو جنگ میں استعمال کیا۔ بے شمار مظالم کے باوجود مثبت نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ جہاد پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا۔ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں مزید اضافہ ہوا۔ مجاہدین کے حملوں میں شدت آئی۔ جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز کی ہلاکتوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ایک سال تک جارحانہ پالیسی پر عمل درآمد کے بعد اس کی ناکامی کی صورت میں ٹرمپ مجبور ہوئے کہ اس ناکام جنگ سے چھٹکارا حاصل کریں۔ اس جنگ کے خاتمے کے لیے عوامی نمائندوں سے بات چیت کریں۔ افغانستان کو جہنم کا نام دیتے ہوئے افغان جنگ کی اصل حالت اپنی قوم کے سامنے رکھیں۔ اس کے بعد کوئی امریکی بھی افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کی مخالفت نہیں کرے گا۔ کیوں کہ کوئی بھی اپنے اور اپنی اولاد کے لیے جہنم کو پسند نہیں کرتا۔

عبدالرحیم ثاقب

انڈونیشیا اجلاس: کیا کھویا کیا پایا؟

آخر کار بہت تاخیر کے بعد گزشتہ روز انڈونیشیا کے شہر بوگور میں افغانستان، پاکستان اور انڈونیشیا کے علماء کا سہ فریقی اجلاس ہوا۔ اس اجلاس سے افغان حکومت اور امریکی فوج نے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ تاہم ان کی توقعات کے برعکس امارت اسلامیہ کے خلاف فتوی جاری کرنے کے بجائے اجلاس کے شرکاء نے محتاط اعلامیہ جاری کیا۔ انڈونیشیا اجلاس سے قبل افغانستان میں تعینات امریکی فوج کے سربراہ جنرل نکلسن نے امارت اسلامیہ پر مذہبی دباؤ بڑھانے سے متعلق کہا تھا کہ ’طالبان کے خلاف سیاسی اور فوجی دباؤ کے علاوہ مذہبی دباؤ بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ انہیں امن مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔‘

انڈونیشیا میں علماء کا سہ فریقی اجلاس تب منعقد ہوا، جب امارت اسلامیہ نے افغانستان میں قابض اور کٹھ پتلی فورسز کے خلاف آپریشن الخندق کا اعلان کیا تھا۔ جہادی کارروائیوں میں بڑی شدت آئی ہے۔ ایک ہفتے کے دوران تین اضلاع فتح کیے گئے ہیں۔ اگرچہ کابل انتظامیہ کو امریکا اور نیٹو کی حمایت حاصل ہے اور غیر ملکی قابض قوتیں افغان فورسز کی حوصلہ افزائی کے لیے موجود ہیں، تاہم زمینی حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ کابل سے لے کر شمالی، جنوبی اور مغربی صوبوں تک ہر جگہ افغان فورسز نہایت کمزور اور دفاعی پوزیشن میں ہیں۔ سیگار کی حالیہ رپورٹ کے مطابق ہزاروں اہل کار عسکری خدمات ترک کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسے حساس حالات میں غیر ملکی اور کابل انتظامیہ نے امارت کے الخندق آپریشن کو ناکارہ بنانے اور شرعی نکتۂ نگاہ سے امارت کی مزاحمت کو کمزور کرنے کے لیے انڈونیشیا اجلاس میں علمائے کرام کی جانب سے خلاف فتوی جاری کرانے کی کوشش کی۔

اس اجلاس سے چار یا پانچ دن پہلے میڈیا نے پاکستان کے ذرائع کے حوالے سے خبر شائع کی کہ امارت اسلامیہ نے پاکستان کے علماء سے اس اجلاس میں شرکت نہ کرنے کی اپیل کی تھی۔ اس لیے پاکستانی حکومت کی حامی علماء تنظیم کے سربراہ مولانا طاہر اشرفی اور دیگر کچھ علماء نے ناگزیر وجوہات کی بنا پر اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی۔ علاوہ ازیں اجلاس کے اختتام سے قبل میڈیا نے خبر شائع کی کہ امارت اسلامیہ نے انڈونیشیا کی حکومت اور علماء سے اپیل کی ہے کہ وہ مذکورہ اجلاس میں ان کے خلاف فتوی جاری نہ کریں۔

اگر انڈونیشیا حکومت اور پاکستان کے علماء نے امارت اسلامیہ کی اپیل پر جہاد کے حق میں اعلامیہ جاری کیا ہے تو یہ افغان انتظامیہ کے بجائے امارت اسلامیہ کی سیاسی اور سفارتی کامیابی کا ثبوت ہے۔ کیوں کہ افغان انتظامیہ تمام تر حکومتی وسائل کے باوجود اس کانفرنس سے اپنے مطالبات منظور کرانے میں ناکام رہی ہے۔ تاہم امارت اسلامیہ کے ایک وفد نے کانفرنس میں شریک علماء کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ برحق جہاد خلاف فتوی جاری نہ کریں۔ جہاں

تک مجھے علم ہے، انڈونیشیا اور پاکستان کے علماء نے امارت اسلامیہ کے مطالبات کے بارے میں یہ یقین دلایا تھا کہ وہ افغانستان میں جاری مزاحمت کے خلاف فتوی جاری نہیں کریں گے۔ کیوں کہ انہوں نے واضح کیا تھا کہ وہ علماء ہیں اور فتوی بھی شرعی قوانین کی روشنی میں جاری کریں گے، نہ کہ سیاسی فرمائش کی بنیاد پر! امارت کے نمائندہ وفد کو انڈونیشیا اور پاکستان کے علماء نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ اعلامیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جاری کریں گے۔

جیسا کہ توقع کی جارہی تھی کہ کانفرنس کا اختتام جہاد کے خلاف فتوی جاری کرنے پر ہوگا، مگر شریک علماء نے عمومی توقع کے برخلاف سیاسی مصلحت کی بنیاد پر محتاط اعلامیہ جاری کیا، جس میں درج ذیل نکات شامل ہیں:

4۔ ’ہم افغانستان میں امن کے لیے مناسب ماحول کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور تمام فریقین پر زور دیتے ہیں کہ وہ امن مذاکرات میں براہ راست شرکت کریں۔‘

اس شق میں لفظ ’تمام‘ استعمال کر کے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ اس جنگ میں شامل مؤثر فریق امریکا کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ یعنی وہ امن کے لیے ماحول کو مناسب اور سازگار بنانے اور ایک دوسرے کے ساتھ براہ راست مذاکرات کی پابند کریں۔

9۔ ’ہم تائید کرتے ہیں کہ دہشت گردی کا کسی بھی مذہب، قوم، تہذیب اور سیاسی جماعتوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کی تعریف میں وہ تمام سویلین مخالف سرگرمیاں اور خودکش حملے شامل ہیں، جو اسلام کے مقدس اصولوں کے مخالف ہیں۔

اس شق میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ عوام مخالف پُرتشدد کارروائیاں دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہیں۔ جن میں بلاتفریق ’امریکی فضائیہ کی وحشیانہ بمباری، سویلین اہداف پر حملے اور نہتے شہریوں کا قتل عام شامل ہے۔‘ ایسی کارروائیاں جس بھی فریق کی جانب سے ہوں، دہشت گردی ہے۔ جس کا کسی بھی مذہب، نسل اور ثقافت سے تعلق نہیں ہے۔ یہ عمل اسلام کے زریں اصول کے خلاف ہے۔

مشاہدے کی بات ہے کہ ٹرمپ کی نئی پالیسی کے دس ماہ کے دوران وحشیانہ فضائی حملوں کے نتیجے میں امارت اسلامیہ کی فوجی قوت کو ختم یا کمزور کرنے کے بجائے ردعمل کے طور پر اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ مجاہدین کی کارروائیوں میں مزید شدت آئی ہے۔ اس لیے امریکا مجبور ہوا کہ وہ امارت کو کمزور کرنے کے لیے ہر قیمت پر دنیا کو یہ باور کرائے کہ اس کی جنگی حکمت عملی کامیابی سے ہم کنار ہو رہی ہے۔ انڈونیشیا میں تین ممالک کے علماء پر مشتمل کانفرنس کے نتائج سے امریکا اور کابل انتظامیہ نے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اس کانفرنس کی کامیابی سے متعلق سیاسی لحاظ سے بڑا پروپیگنڈا کیا، تاکہ امارت کو زیر کرنے میں قدرے معاونت ملے۔

امریکا چاہتا ہے افغان تنازع کو کسی بھی قیمت پر دوام بخشا جائے۔ اس میں خطے اور علاقائی مسلم ممالک کو بھی ملوث کرے۔ انڈونیشیا کانفرنس کا انعقاد اسی لیے کیا گیا تھا۔ تاہم اس کانفرنس کا اعلامیہ امریکی اور افغان انتظامیہ کی توقعات کے برعکس جاری ہوا۔ یہ پہلی بار ہے کہ ایک اہم سیاسی اور علمی کانفرنس میں مکمل طور پر دہشت گردی کی مذمت کی گئی ہے۔ دہشت گردی کو مذہب، تہذیب اور قانون کے خلاف اور غیر انسانی فعل قرار دیا گیا ہے۔

حسن مومند

سعودی اہل خیر بارے امریکا کے مکروہ عزائم

افسوس کہ سعودیہ میں دوبارہ کوئی شاہ فیصل پیدا نہ ہو سکا۔

جب سے سعودیہ تیل کی وجہ سے دولت مند ہوا ہے، اس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ مالی تعاون کیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے، سعودی حکومت اور اہل خیر نے رفاہی اداروں کے ذریعے مہاجرین سے تعاون کیا ہے۔ ایشیا اور افریقا کے غریب ممالک میں یتیموں کی کفالت، مساجد اور مدارس کے قیام کے ساتھ بہت سے رفاہی کام کیے۔ اس طریقے سے افریقا میں مسیحیت کی دعوت کا راستہ بھی روکا ہے۔ سرد جنگ کے زمانے میں امریکا نے نہ صرف بیرونی دنیا میں سعودی امدادی کاموں پر آنکھیں بند کر رکھی تھیں، بلکہ بہت سے کام ایسے تھے، جو خود امریکا کی خواہش تھی کہ ہو جائیں۔ روس کے خلاف جہاد کے دوران سعودیہ کا مالی تعاون بھی ایسا ہی اقدام تھا، جو خود امریکا چاہتا تھا۔ جب سوویت یونین جہاد کی برکت سے ٹوٹا اور امریکا سمیت پورے مغرب کی خواہش پوری ہوگئی تو امریکا نے اپنی بُری عادت و خصلت کے مطابق اپنا مفاد پرستانہ چہرہ دکھا دیا۔ جن لوگوں کو مجاہدین اور بہادر فرزندوں کا خطاب دیا جاتا تھا، وہائٹ ہاؤس میں ان کی مہمان نوازی کی جاتی تھی۔ اب انہیں شدت پسند اور مفاد پرست کہا جانے لگا اور انتہاپسندوں کے تعاون کے جرم میں مسلسل سعودی عرب کے خیراتی اداروں پر پابندیاں لگانا شروع کر دیں۔ ہر دن یہ پابندیاں اور سختیاں بڑھنے لگیں۔ جب ٹرمپ نے محمد بن سلمان کو سعودیہ کی سربراہی کے لیے آگے لایا اور دیگر حلیفوں کے مقابلے میں اس کی پشت پناہی کی تو اس کے بدلے سعودی حکومت سے بہت سی تبدیلیوں کا مطالبہ کیا گیا۔ بہت سے خیراتی اداروں کے بعد ملک میں موجود بڑی کمپنیوں اور شخصیات پر بھی زکاۃ اور خیرات پر پابندی عائد کی گئی۔

جب گزشتہ سال محمد بن سلمان کے حکم پر شہزادہ ولید بن طلال سمیت بہت سے شہزادے اور بڑے تاجر گرفتار کیے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے امریکا کا یہی دباؤ تھا۔ کیوں کہ یہ سب تقریبا وہی لوگ تھے، جنھوں نے خیراتی کاموں میں اس سے قبل بڑا حصہ لیا تھا۔ اس سلسلے میں حالیہ ولی عہد نے سعودی اہل خیر میں سب سے مشہور شخص سلیمان الراجحی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ سعودیہ کے احتسابی ادارے نے ولید بن طلال سمیت شہزادوں سے اربوں ڈالر وصول کیے۔ سلیمان الراجحی سے بھی 10 ارب ریال کا مطالبہ کیا ہے۔ ادا نہ کرنے کی صورت میں جیل کے لیے تیار رہنے کا حکم ہے۔ ضعیف العمر سلیمان الراجحی کو یہ دھمکی اور ان سے یہ مطالبہ ایسے حالات میں کیا گیا ہے کہ ان کے بیٹے اور الراجحی کمپنی کے مینیجر اور مکہ مکرمہ میں ان کی تعمیر کی ہوئی عظیم الشان مسجد کے امام کو بھی حکومت نے گرفتار کر لیا ہے۔ مینیجر اور الراجحی کے بیٹے سے احتساب ادارے نے کمپنی کی املاک کے متعلق تحقیقات مکمل کر لی ہیں۔ امام مسجد سے سلیمان الراجحی کے خفیہ صدقات کے حوالے سے معلومات حاصل کی جا چکی تھیں۔

چوں کہ کمپنی کے خیراتی کاموں سے الراجحی کی شہرت ہوتی ہے اور شہرت سے ریا کا خطرہ بڑھتا ہے، اس لیے الراجحی بہت سے صدقات اپنی مسجد کے امام اور دیگر معاونین کے ہاتھوں خفیہ طور پر کرتے تھے۔ امریکا نے الراجحی کے خفیہ صدقات کے حوالے سے ایک اجمالی رپورٹ تیار کر کے سعودیہ کو اس بارے تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ امریکا کے سرکاری اداروں نے جاسٹا کے نام سے سعودیہ کے خلاف ایک قانونی مسودہ تیار کر رکھا تھا، جس کی 2016 میں امریکی سینیٹ نے تصدیق کی تھی۔ نائن الیون کے واقعے میں سعودیہ کے سولہ شہری تھے۔ اس لیے اس قانون کی رو سے اس واقعے میں ہلاک ہونے والے افراد کے وُرثا یہ حق دیا گیا تھا کہ امریکی

عدالتوں میں سعودی حکومت کے خلاف درخواست دائر کریں اور سعودی حکومت سے اپنی میت کے تاوان کا مطالبہ کریں۔ اس قانون کے مسودے میں سعودی مدارس، ٹرسٹ اور اہل خیر پر مجاہدین سے تعاون کا الزام لگایا گیا تھا۔ امریکی سینیٹ میں مئی 2016 میں جاسٹا کی تصویب کی گئی اور اسے پارلیمنٹ بھیجا گیا۔ 9 ستمبر کو پارلیمنٹ نے اس کی تصویب کر دی اور صدر کی منظوری کے لیے بھیج دیا۔ صدر نے 24 ستمبر کو اسے ویٹو کر دیا، مگر پارلیمنٹ نے بالاتفاق صدر کا ویٹو کالعدم قرار دے کر جاسٹا کو امریکی قانون کا حصہ بنا کر ہمیشہ کے لیے سعودیہ کے سر پر لٹکتی تلوار بنا دیا۔

سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے تب امریکا کے اس اقدام کے رد عمل کے طور پر کہا تھا کہ 'وہ امریکا سے اپنے 70 ارب ڈالر نکال کر واپس لائیں گے۔' سعودیہ کا خیال تھا کہ اس طرح امریکی معیشت کو بڑا نقصان ہوگا اور امریکا اس قانون کو کالعدم قرار دے گا، مگر امریکا نے سعودیہ کی اس دھمکی کا نوٹس ہی نہیں لیا اور اس نئے قانون کو اپنی حالت پر رہنے دیا گیا۔ کہا جاتا ہے بارک اوباما کے دور اقتدار میں 16 ایرانی نژاد خواتین وہائٹ ہاؤس میں اہم پوسٹوں پر تعینات تھیں۔ اس لیے بارک اوباما کا سعودیہ کی نسبت ایران کی جانب میلان زیادہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے معاہدہ سامنے آیا۔ جنوری 2017 میں ٹرمپ کو اقتدار ملا تو بات بالکل برعکس ہوگئی۔ ایران سے ہونے والا معاہدہ توڑنے کی باتیں ہونے لگیں اور سعودیہ کے حوالے سے پالیسی نرم ہوگئی۔ سعودیہ نے اس کو اپنے لیے اچھا موقع سمجھا اور افسوس کہ جو کچھ امریکا نے مانگا اسے بسر و چشم قبول کر لیا۔

امریکا نے اسی وقت کمیٹی تشکیل دی، جسے سعودیہ کے خیراتی اداروں اور شخصیات کے حوالے سے تحقیقات اور معلومات جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ اس امریکی کمیٹی نے خیراتی اداروں اور سیکڑوں شخصیات کے حوالے سے معلومات جمع کرنے کے بعد سفارش کی تھی کہ ان کے خیراتی تعاون سے شدت پسندوں کو فائدہ پہنچتا ہے، لہٰذا ان پر پابندی لگنی چاہیے۔ سعودیہ کی زکاۃ اور دیگر خیراتی رقم امریکی یونیورسٹیوں، دیگر تعلیمی اداروں اور سائنسی تحقیقاتی مراکز کے لیے وقف کر دی جائیں۔

سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے کچھ عرصہ قبل احتساب کا ادارہ قائم کیا تو اس کا مقصد بھی انہی خیراتی اداروں اور شخصیات کے خلاف اقدام تھا۔ مگر بہانہ سرمایہ داروں اور اعلیٰ حکومتی شخصیات کے حوالے سے تحقیقات کرنا بتایا گیا۔ یاد رہے گزشتہ ڈیڑھ سال سے سعودیہ کے 70 خیراتی اداروں کے کاموں پر حکومت کی جانب سے پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ سعودیہ کے درجنوں سرمایہ دار افراد سوالات اور تحقیقات کے نام پر گرفتار ہیں۔ سلیمان الراجحی کے بیٹے، کمپنی مینیجر اور ان کی مسجد کے امام بھی انہی افراد میں سے ہیں۔ سلیمان الراجحی تو پہلے ہی امریکا کی نظروں میں تھے۔ چند سال قبل امریکی میڈیا نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ 5.9 ارب ڈالر کے مالک اور دنیا کے 160 ویں امیر شخص ہیں۔

الراجحی کے وقف ادارے کی املاک اب 60 ارب ریال سے بڑھ گئی ہیں۔ ان املاک میں مشرقی علاقے قسیم میں دنیا کا سب سے بڑا کھجور کا باغ بھی شامل ہے۔ اس باغ میں دو لاکھ کھجور کے درخت ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے بڑے وقف باغ کا اعزاز رکھتا ہے۔ گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں اس کا نام بھی لکھا گیا ہے۔ اس باغ کی کھجوریں افطاری میں مسجد حرام اور مسجد نبوی میں لاکھوں معتمرین اور دیگر حجاج میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ یہ بھی امریکا کے لیے قابل برداشت نہیں ہے اور یہ سلسلہ بند کرنا ان کے منصوبے میں شامل ہے۔ امریکا اسرائیل کو ہر سال اربوں ڈالر کی امداد دیتا ہے، اس کی تمام تر دہشت گردی کی سرپرستی بھی کرتا ہے۔ اقوام متحدہ میں اسرائیل کی دہشت گردی کے خلاف جو قرارداد پیش کی جاتی ہے، اُسے ویٹو کر دیتا ہے۔

دنیا کو امریکا کی یہ برائی نظر نہیں آتی۔ دنیا بھر میں اسے کسی کی سکیورٹی کے لیے خطرہ بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اسے شدت پسندوں سے تعاون بھی قرار نہیں دیا۔ مگر عمرے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے آنے والے مسافر مہمانوں میں اگر کھجور تقسیم ہوتی ہے، ملک کے نادار لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے اور بے سہارا لوگوں کو پانی پہنچایا جاتا ہے تو 'انسانیت دوست' امریکا کو یہ سب انتہائی دہشت گردانہ کام محسوس ہوتے ہیں، جن سے دنیا کے امن کو خطرہ لاحق ہے۔ چناں چہ اُس پر پابندی لگ جاتی ہے۔

زلاند غور زنگ

شام میں روس و امریکا کی کٹھ پتلیاں

رقبے کے لحاظ سے دو بڑے ممالک روس اور دوسرا چین ہیں۔ دل چسپ یہ کہ دونوں پڑوسی اور دوست بھی ہیں۔ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ روس نے چین کو دھمکی دی ہے یا چین نے روس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ ایک وقت تھا سوویت یونین سپر پاور کہا جاتا تھا۔اس نے گرم پانی تک پہنچنے کی کوشش کی اور اپنی راہ میں موجود ممالک پر فوج کشی کی۔جب ہدف تک پہنچنے کے لیے افغانستان پر یلغار کی تو یہاں اس کو تاریخی اور تلخ شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید یہ کہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔اب ہر زبان پر یہ بات عام ہے کہ سوویت یونین کی شکست اور تباہی میں امریکا نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔میڈیا پر بھی لوگ یہ تبصرے کرتے ہیں کہ امریکا نے مجاہدین کو تربیت دی۔ان کی مدد کی اور ہتھیاروں سے لیس کیا۔

ظاہر ہے یہ الگ موضوع ہے کہ امریکا نے کب اور کس مقصد کے لیے مجاہدین کی مدد کی؟ وہ اس موقع سے اپنے لیے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب سوویت یونین نے گرم پانی تک پہنچنا چاہا تو امریکا سمیت دنیا کے کسی ملک نے روس کے خوف سے مخالفت نہیں کی۔ روس کے خوف سے امریکی خواب میں بھی ڈرتے تھے۔جب انہوں نے دیکھا کہ غیور افغان مجاہدین خالی ہاتھ سوویت یونین کا مقابلہ کررہے ہیں تو ان کے اندر بھی جان آگئی اور مجاہدین کی حمایت شروع کردی۔ امریکا نے سوویت یونین کو کمزور کرنے کے لیے افغان مجاہدین کی پشت پناہی شروع کی۔ مجاہدین اپنے ملک کی آزادی اور اسلام کے دفاع کے لیے سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار تھے۔امریکا نے صرف سوویت یونین کی شکست کی غرض سے ان کی حمایت کی۔روس اور چین نے الگ الگ نظریے کے ساتھ دنیا پر اپنی بالادستی قائم کی تھی۔امریکا بھی چاہتا تھا کہ سوویت یونین کو کسی طریقے سے شکست دے کر دنیا پر سامراجی ایجنڈے تحت اپنا تسلط قائم کرے۔دنیا بھر میں فوجی اڈے قائم کرکے آزاد ممالک کو اپنے زیر اثر لائے۔اس وقت یہ تینوں ممالک دنیا پر بالادستی اور تسلط قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ان کی زد میں آنے والے چھوٹے ممالک اور اقوام کو نقصان پہنچا۔ مثلاً ایشیا اور افریقا کے کچھ ممالک۔ آج شام میں جو کچھ ہورہا ہے، اس کے پیچھے ان تینوں ممالک کا کلیدی کردار ہے۔تینوں بڑے ممالک ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔بشار الاسد کا شمار روس کے اہم اتحادیوں میں ہوتا ہے۔ جب کہ امریکا داعش کی حمایت کررہا ہے۔ وہ بشار الاسد اور روس کے مدمقابل کھڑا ہے۔ عسکری میدان کے علاوہ سیاسی اور سفارتی سطح پر بھی ان کے درمیان محاذ آرائی جاری ہے۔ان تینوں نے شام کو میدان جنگ میں تبدیل کردیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل برطانیہ میں ایک روسی جاسوس کے قتل کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں کشیدگی آئی تھی۔روس نے برطانوی اقدام کے جواب میں برطانوی سفارت کاروں کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا، جس کے ردعمل میں امریکا نے روس کو سخت پیغام دیا اور برطانیہ کی حمایت کرتے ہوئے اپنے ملک سے روسی سفارت کاروں کو نکال دیا۔بعدازاں امریکی اتحادی فرانس نے بھی روسی سفارت کاروں کے اخراج کا اعلان کردیا۔

شام کی اس جنگ کا فائدہ صرف بڑے ممالک اٹھارہے ہیں۔اس پراکسی جنگ کے فوائد چھوٹے ملکوں کو حاصل نہیں ہوتے۔ان کے حصے میں صرف نقصان آتا ہے۔اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے چھوٹے ممالک کو روس اور امریکا کی اس جنگ میں غیر جانب دار ہوکر خود کو بچانا چاہیے۔ جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ مجبور ہیں۔اگر وہ کسی بڑے ملک کی حمایت حاصل نہ کریں اور ان کا سہارا لینے کی کوشش نہ کریں تو یہ بڑے ممالک بین الاقوامی سطح پر ان کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ جن کی مثالیں بوسنیا، انڈونیشیا، برما اور دیگر ممالک کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ فی الحال امریکا شکست کے دہانے پر کھڑا ہے۔افغانستان میں اس کی جنگ دفاعی پوزیشن میں ہے۔ وہ خود کو ذلت آمیز شکست سے بچانے کی کوشش میں ہے۔

امریکا خطے میں نئی مشکلات اور مسائل پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے افغانستان میں امن ریلیوں کا انعقاد کیا۔اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی امریکا نے کچھ ایسے اقدامات کیے کہ لوگوں کی توجہ کسی اور جانب مبذول کرائی جاسکے۔ مثلاً امریکا شام میں سعودی عرب کا اتحادی ہے۔ اس کی حمایت کررہا ہے۔اس کا مقصد غاصب اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے سعودی عرب پر دباؤ بڑھانا ہے۔امریکا نے سعودی عرب پر زور دیا ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات بہتر بنائے۔ یہ اقدام بھی اس جنگ کا حصہ ہے۔ یہ تاریخ ہے کہ امریکا شام میں تب سعودی عرب کی حمایت کرتا ہے، جب سعودیہ فلسطین میں امریکی مؤقف کی تائید کرتا اور اسرائیل کی صیہونی حکومت بارے نرم مؤقف اختیار کرتا ہے۔ایک وقت تھا سوویت یونین کو گرم پانی تک پہنچنے کے لیے جنگ کی ضرورت تھی۔اب صورت حال مختلف ہے۔ اب پراکسی جنگوں کا دور ہے۔ اپنی جگہ کسی بھی دباؤ کا شکار ملک کو جنگ لڑنے کی نوکری دی جاسکتی ہے۔ جس طرح امریکا نے افغانستان میں اپنی جنگ لڑنے کے لیے افغان حکومت کو ملازمت پر رکھا ہوا ہے۔ اور روس و ایران بشار الاسد کو کٹھ پتلی بنائے ہوئے ہیں۔اسی طرح امریکا اسرائیل کی حمایت میں اُس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے سامنے خود نہیں آنا چاہتا۔ وہ اس کام کے لیے اب سعودیہ کو ہائر کرچکا ہے۔ اب سعودیہ عرب خطے میں امریکی کٹھ پتلی کی کرسی سنبھال چکا ہے۔البتہ یہ واضح ہے کہ کسی بھی جنگ میں کٹھ پتلی ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔

صلاح الدین ایوبی

امریکا ناکام ہے

امریکا کے افغانستان پر حملے کے وقت دنیا بھر کے کئی ممالک خوف سے کانپ رہے تھے۔ امریکا کی خواہش ہے کہ وہ پوری دنیا کو اپنا غلام بنالے۔ امریکی غلامی کو سب سے زیادہ جلدی قبول کرنے میں اسلامی ممالک سرِ فہرست رہے ہیں۔ امریکا نے افغانستان میں جس سربریت اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں، تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس نے مساجد، اسلام پسند مسلمان، قبرستان، شادی کی تقریبات اور نہ ہی شادی کے مہمانوں کو بخشا۔ افغانستان میں ایسا جدید اور زہریلا اسلحہ استعمال کیا، جو آج تک کسی بھی جنگ استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ہزاروں افغان خواتین، بوڑھوں اور بزرگوں کو نہایت ظالمانہ طریقے سے شہید کیا گیا۔ کوئی ایسا ملک نہیں تھا، جو امریکا سے پوچھ سکے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ امریکا نے نہ صرف یہ کہ ہزاروں افغان عوام کو قتل کیا۔ تب عوام میں بھی بہت کم لوگ تھے، جو مجاہدین کو پناہ دیتے تھے۔ لہٰذا مجاہدین منتشر ہو گئے۔

میں ایسے بہت سے ساتھیوں کو جانتا ہوں، جنہیں اُن کے والدین اور بھائیوں نے ہی گھروں سے نکال دیا۔ جو گھرانہ مجاہدین کی حمایت کرتا ہوا دیکھا جاتا، اُس کے اعزہ و اقارب اس کے ساتھ تعلقات منقطع کر دیتے۔ یہ سب امریکی خوف کی وجہ سے تھا۔ تب لوگ کہا کرتے تھے کہ 'امریکا کئی انچ زیرِ زمین چیزوں کو بھی دیکھ لیتا ہے۔' لہٰذا کوئی بھی اس سے چھپ نہیں سکتا۔ اسی لیے ہمسایہ ممالک نے مجاہدین کو پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ کئی مجاہدین افغانستان اور پاکستان میں پکڑے بھی گئے۔ وہ بعد ازاں نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔

امریکا نے کچھ نام نہاد علماء کو ذمہ داری دی کہ وہ پاکستان کے ان علماء اور طلباء کو اکٹھا کریں، جو امریکا کے خلاف سخت مؤقف رکھتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مجاہدین کے حوصلے کم نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھی بھروسا کیا اور نہ ہی کسی سے مدد طلب کی۔ تب لوگ کہا کرتے تھے کہ مجاہدین امریکا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہیں امریکا کے سامنے سرنڈر ہو جانا چاہیے۔ مجاہدین نے ایسے بے سروپا تجزیوں اور تبصروں کو خاطر میں نہ لایا۔ انہوں نے فوج کے خلاف اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔

مجاہدین نے پہاڑوں میں بسیرا کر کے امریکا اور اس کے اتحادیوں پر حملے شروع کیے۔ امریکا کی سخت جوابی کارروائی کے باوجود مجاہدین نے اپنا مورال گرنے نہ دیا۔ ایک قریبی دوست اپنا قصہ سناتے تھے کہ 'امریکی ٹینکوں پر کلاشنکوف کی گولی اثر نہیں کرتی تھی۔ جب کہ راکٹ لانچر کے گولے ہمارے پاس نہیں تھے۔ اس کے لیے ہم چندہ اکٹھا کرتے اور قریبی مورچوں سے نہایت خفیہ طریقے سے اپنے دوستوں سے راکٹ کے گولے خرید کر استعمال کرتے۔' اس جیسے بہت سے واقعات مضمون کی تنگ دامنی کی خاطر لکھنا مشکل ہے۔ مجاہدین نے اپنی کمزور معیشت کے ساتھ طویل عرصے تک مزاحمت کی تحریک جاری رکھی۔ البتہ فدائی حملے ہی وہ اہم ہتھیار ہیں، جو کمزور معیشت اور طرح طرح کی مشکلات کے باوجود دشمن کو تباہ کرنے میں کارآمد رہے ہیں۔ امریکا کے سیاسی و عسکری امور کے ماہر تجزیہ نگار مائیکل مور نے صدر بارک اوباما کو ایک طویل خط لکھا تھا، جس کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں:

'یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ افغانستان میں مزید فوجی دستے تعینات کرنے سے آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ جو لوگ آپ، آپ کی فوج اور آپ کے ملک سے نفرت کرتے ہیں، وہ آپ کے فوجی دستے بھیجنے سے آپ کی عزت کریں گے یا وہ آپ سے خوف کھا جائیں گے۔ افغان تب تک امریکا سے نفرت کریں گے، جب تک امریکا کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔ جب تک ایک غریب امریکی کی جیب سے آخری ڈالر نہ نکل جائے اور امریکا دیوالیہ نہ ہو جائے، تب تک امریکا سے نفرت کی آگ دلوں میں بھڑکتی رہے گی۔ لہٰذا امریکا اور امریکی اقتصادیات کے خطر نہ بننے والے افغانوں کو کچلنے کے لیے مزید فوج نہ بھیجی جائے۔ کروڑوں اربوں ڈالر اس بے نتیجہ جنگ میں صرف نہ کیے جائیں۔ اُس وقت ڈریں، جب امریکی بچے گلی کوچوں میں سوئیں گے اور ایک ایک روٹی کے لیے قطار میں کھڑے ہوں گے۔'

دنیا بھر کے تجزیہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ امریکا بدترین شکست سے دوچار ہے۔ مجاہدین کی کامیاب سیاسی حکمت عملی کی بدولت آج دنیا بھر میں امریکی فوج، سفارتی عملہ اور قونصل خانے غیر محفوظ ہیں۔ اس طرح کے سیکڑوں واقعات ہیں کہ امریکی سفارت کار دنیا کے کسی ملک میں آزادانہ طور سے نہیں گھوم سکتے۔ جن مجاہدین کو پہلے کوئی پہاڑ محفوظ پناہ گاہ دینے کو تیار نظر نہیں آتے تھے، اب دنیا کے ممالک اُن کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں، جب امریکا اپنے غرور اور تکبر سمیت افغانستان سے الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگا۔ ان شاء اللہ

احمد مختار

الخندق آپریشنز کامیاب کیوں؟

قابض اور اجرتی فوج کے خلاف الخندق آپریشن کے دوران مجاہدین کی حالیہ پیش رفت کو بین الاقوامی میڈیا نے غیر معمولی کوریج دی ہے۔ رائٹرز نیوز ایجنسی کی خبر کے مطابق ٹرمپ کی نئی حکمت عملی کے دوران امریکی طیاروں کی بمباری طالبان کو متاثر نہیں کر سکی۔ بلکہ موجودہ لڑائی کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول بہت سے علاقوں سے سرکاری فوج پسپا ہوئی ہے۔ افغانستان میں امریکی امداد اور تعمیر نو سے متعلق تحقیقاتی ادارے نے تازہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ افغانستان سے متعلق ڈونلڈ ٹرمپ کی پالیسی ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اس ادارے نے کہا کہ امریکی اور افغان حکام کی توقع کے برخلاف طالبان کے چھوٹے اور بڑے حملوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ کابل انتظامیہ صرف 65 فیصد رقبے پر حاکم ہے۔

مغربی میڈیا کی رپورٹس کو دیکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طالبان کے الخندق آپریشن کو اچھی کامیابی مل رہی ہے۔ امریکی اور افغان فوج الخندق آپریشن کو قابو کرنے میں کیوں ناکام ہیں؟ اس کی وجوہات ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

غیروں کی جنگ

اہم بات یہ ہے کہ افغانستان میں جنگ امریکی فوج کی طرف سے شروع کی گئی ہے۔ اگرچہ امریکا اور اس کے ملکی اتحادی جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں، لیکن افغانستان کے تناظر میں جنگی حکمت عملی سے ناواقف ہیں۔ ان فوجیوں کو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کو افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنی ہے۔ کئی بار انہوں نے دیکھا کہ ان کے حملوں میں شہریوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ ان کے فضائی حملوں میں سرکاری فوج نشانہ بنی۔ طالبان کے خلاف جنگ میں افغان فوج کو صرف اجرتی قاتل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اُس کے پاس جنگ کی صلاحیت ہے اور نہ ہی وہ بااختیار ہے۔ البتہ کچھ ایسے لوگ بھی جنگ میں شریک ہیں، جو قومی اور مذہبی تعصب کو ہوا دینے کے لیے نہتے شہریوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

اشرف غنی کے نائب صدر جنرل دوستم کی جانب سے مخلوط حکومت کے قیام کے بعد ملک کے شمالی صوبوں فاریاب، سرپل اور بغلان میں مقامی لوگوں کے خلاف تعصب پر مبنی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ ایک مدت تک ان علاقوں پر جنرل دوستم کے اہل کاروں نے قبضہ جمائے رکھا۔ بعدازاں ان تمام علاقوں سے اجرتی فوج کو بے دخل کر دیا گیا۔ ہر علاقے میں افغان فوج طالبان کے خلاف صرف قابض فوج کے دفاع کے طور پر لڑ رہی ہے۔ جب کہ دوسری طرف افغان فوج کے پاس صلاحیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر امریکی فوج آج صوبہ ہلمند سے انخلا کر جائے تو افغان فوج ایک دن ہلمند میں نہیں ٹھہر سکے گی۔ اس کی واضح مثال صوبہ فراہ پر طالبان کا قبضہ ہے۔ اگر امریکی فضائیہ کی مدد افغان فوج کے ساتھ شامل نہ ہوتی تو فراہ شہر پر آج طالبان کا کنٹرول ہوتا۔

میدان جنگ میں بداعتمادی

پارلیمنٹ اراکین اور فراہ شہر میں عینی شاہدین نے میڈیا کو بتایا کہ جب طالبان نے صوبہ فراہ پر حملہ کیا تو گورنر اور دیگر اعلیٰ حکام طالبان کا مقابلہ کرنے کے بجائے کابل فرار ہو گئے۔ وہ فراہ میں سیکورٹی فوج کو طالبان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ کر خود محفوظ مقام کی طرف بھاگ گئے۔ یہ صورتِ حال فراہ اور کابل سمیت تقریباً ہر صوبے میں ہے۔ فراہ جنگ سے دو دن پہلے بدخشان سے فاریاب تک متعدد اضلاع پر طالبان نے حملے کیے اور غیر معمولی پیش رفت کی، جس میں سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ڈاکٹر عبداللہ نے کابینہ کے اجلاس سے خطاب کے دوران نے تلخ لہجے میں کہا کہ ہم جان بوجھ کر سیکورٹی اہل کاروں کو ہلاکت کی وادی کی طرف دھکیل کر ان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ کیوں کہ ریاستی سطح پر ان مشکل حالات میں ہم نے کوئی اقدامات کیے ہیں اور نہ ہی سیکورٹی فوج کی حفاظت کے لیے ہمارے پاس کوئی منصوبہ ہے۔ چند ہفتوں سے سلامتی کونسل اور اشرف غنی کی صدارت میں سیکورٹی حکام کا کوئی اجلاس نہیں ہوا، جس میں موجودہ صورتِ حال پر غور کیا جائے۔ تاہم ڈاکٹر عبداللہ کے خطاب کے جواب میں صدارتی ترجمان چخانسوری نے پریس کانفرنس میں ڈاکٹر عبداللہ کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ایگزیکٹو ڈائریکٹر صدر اور سلامتی کونسل کے اجلاسوں سے بے خبر ہیں۔ ان کا کہنا تھا اشرف غنی نے مسلح فوج کے سربراہ کے طور پر ہر ہفتے اجلاس کیا ہے۔ مختلف علاقوں میں فوجی حکام کو ضروری احکامات بھی جاری کیے ہیں۔ جنگی صورتِ حال میں باہمی اعتماد، حکومت اور فوجی حکام کے درمیان ہم آہنگی نہایت ضروری ہے۔ البتہ مخلوط حکومت کے سربراہان اور سیکورٹی اہل کاروں کے درمیان کوآرڈینیشن نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کے درمیان اس وقت بھی شدید اختلافات موجود ہیں، جو ان کی ناکامی کی بنیادی وجہ ہیں۔

طالبان کے خلاف جنگ میں امریکا اور نیٹو کے درمیان کوئی جنگی کوآرڈینیشن ہے۔ اسی طرح امریکا اور مخلوط حکومت کے درمیان اور نہ ہی خود حکومت کے درمیان ہم آہنگی ہے۔ اس بداعتمادی اور ان اختلافات نے طالبان کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ الخندق آپریشن کے تحت اپنی پیش رفت جاری رکھیں۔ اسی وجہ سے دشمن کے مقابلے میں ہتھیاروں اور وسائل کے لحاظ سے کمزور ہونے کے باوجود مجاہدین آئے روز کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ دشمن کے مقابلے میں ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیاں قبول فرمائے اور انہیں فتح نصیب فرمائے۔

محمد نسیم وردگ

پیارے سپاہی اب آجاؤ!

افغانستان پر استعماری قوتوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ ہماری جان، مال اور عزت سب کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ ہماری زندگی کے تمام اختیارات اغیار کے پاس ہیں۔ جارحیت پسندوں نے اپنی مرضی کے مطابق ہم پر فرسودہ نظام مسلط کیا ہے۔ وہ جارحانہ انداز میں ہم پر ظلم وستم کر رہے ہیں۔ ان تمام تر مشکلات کے باوجود سپاہی بھائی آپ اُس کی صف میں کھڑے ہیں! آپ کو معلوم ہے کہ طالبان کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ وہ کس قدر مخلص ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ صرف اس بنیاد پر دشمنی کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ کفریہ قوتوں کی صف میں کھڑے ہیں۔ آپ طاغوتی قوتوں کی حمایت کرتے ہیں۔ آپ ان کے لیے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ اگر آج آپ اس کام کو چھوڑ دیں تو طالبان آپ کو اتنا چاہیں گے کہ آپ زندگی کی حقیقی خوشی محسوس کریں گے۔ اگر آپ بڑے ہیں تو طالبان آپ کا احترام کریں گے۔ اگر چھوٹے ہیں تو آپ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں گے۔ آپ کو مکمل رعایت دیں گے۔

پیارے سپاہی!

اگر آپ اغیار کے پروپیگنڈے کی وجہ سے دشمن کی صف میں شامل تھے اور آپ کے ذہن میں مختلف سوالات پیدا ہو گئے تھے کہ طالبان کون ہیں؟ کس کے اشارے پر مزاحمت کر رہے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟ کون سا ملک ان کی حمایت کرتا ہے؟ اب آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ طالبان یہیں کے باشندے ہیں۔ ظلم کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام چاہتے ہیں۔ کوئی ملک ان کی حمایت نہیں کرتا۔ یہ سب جھوٹ ثابت ہوا کہ طالبان بیس گروپ ہیں اور پاکستان، روس اور ایران ان کی حمایت کرتے ہیں۔ طالبان کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ کو یقین ہوا ہو گا کہ ان میں کوئی غیر ملکی نہیں ہے۔ آپ کا یہ شبہ بھی دور ہوا ہو گا کہ طالبان بیس گروپ نہیں، بلکہ ایک امارت کے تحت ہیں۔ طالبان ایک تحریک اور نظریے کا نام ہیں۔ ان کی سرپرستی پاکستان کر رہا ہے اور نہ ہی روس اور ایران۔ ان کے امیر جو حکم کرتے ہیں، چھوٹے اور بڑے سب اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہر قیمت پر اس پر عمل درآمد یقینی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنی قیادت پر غیر متزلزل اعتماد کرتے ہیں۔ آپ ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ آپ کے بھائی کے گھر پر بمباری ہوتی ہے۔ چھاپہ مارا جاتا ہے۔ مختلف جیلوں سے آپ کی بہنوں کے خطوط آ رہے ہیں۔ وہ ان میں مطالبہ کرتی ہیں کہ میرے مسلمان بھائی ہمیں بچائیں۔ ہم پر جو ظلم ہو رہا ہے، ہمیں اس سے نجات دلائیں

اے فوجی بھائی! آپ ان لوگوں کی صف میں کھڑے ہیں، جو ہر لمحہ آپ کو قتل کرنے کے لیے منصوبے بنا رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کی حمایت کرتے ہیں، جنہوں نے آپ کے ساتھ دشمنی کا اعلان کیا ہے۔ آپ کیوں ان لوگوں کی صف سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے، جو آپ کے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کے آزاد ملک پر حملہ کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے لاکھوں لوگ مارے ہیں۔ کیا آپ کا ضمیر ملامت نہیں کرتا؟ آپ کے سامنے آپ کا بھائی قتل کیا جاتا ہے۔ طالبان کے اتنے خلوص کے باوجود آپ امارت میں شامل کیوں نہیں ہوتے؟ آپ کے ذہن میں جتنے بھی سوالات تھے، آپ کو ان کے جوابات مل گئے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ امارت اسلامیہ ایک مقدس اسلامی تحریک ہے۔ اس کا مقصد مقدس ہے۔ آپ نے خود دیکھا کہ طالبان کتنے صاف اور مخلص لوگ ہیں۔ وہ اپنی قیادت کے فرمان بردار ہیں۔ کیا آپ کی فوج میں یہ اوصاف ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کیوں اغیار کی غلامی کرتے ہیں؟ ایمان دار اور دیانت دار لوگوں کی حمایت کیوں نہیں کرتے؟ وہ ہر روز اعلان کرتے ہیں کہ پیارے سپاہی آجاؤ! ہم آپ کی آمد کا خیر مقدم کریں گے۔ آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔ اگر آپ آج بھی نہیں آئیں گے تو پھر کب؟ آج آپ کے پاس بہترین موقع ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سرنڈر ہونے کا اعلان کریں۔ اب نہیں تو پھر کب؟

سٹیو کول

آپ کا کیا خیال ہے؟

(’سٹیو کول‘ ایک مقبول امریکی مصنف ہے۔ وہ اس سے قبل بھی افغانستان بارے کئی کتابیں اور مضامین لکھ چکے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ’جنات کی جنگ‘ مشہور ہوئے۔ سٹیو کول کی دوسری کتاب بھی چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے۔ جس میں 2001 سے 14 تک افغانستان کے اہم واقعات اور جنگ کے پوشیدہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں دیگر حقائق کے علاوہ جگہ جگہ امریکی فوج کے خفیہ کرداروں اور جرائم کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔)

اس کتاب میں امریکی خفیہ ادارے ’سی آئی اے‘ کے اہل کاروں کے جرائم کا ایک واقعہ لکھا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

افغانستان میں امریکن فوج کی آمد کے ابتدائی سالوں میں صوبہ کنڑ کے ضلع اسعد آباد میں سی آئی اے کے خصوصی اہل کاروں نے ایک فوجی مرکز قائم کیا۔ اس کے ارد گرد تین میٹر کے فاصلے پر مٹی کی دیواریں تعمیر کی گئیں۔ مجاہدین وقتاً فوقتاً اس مرکز پر راکٹ حملے کرتے تھے۔ امریکی فوجی دور سے راکٹ کی آواز سنتے تھے۔ کیوں کہ اسعد آباد میں گھنے جنگلات کے درختوں اور پرندوں کی آوازوں کے علاوہ کوئی شور وشغب نہیں تھا۔

راکٹ بہت کم اپنے ہدف پر لگتے، تاہم امریکی فوجی راکٹ حملوں سے بہت غصے میں تھے۔ اسعد آباد میں امریکی فوجی بیس کا رابطہ کار کنڑ کا گورنر سید ’فضل اکبر‘ تھا۔ یہاں گورنری سے قبل وہ امریکا میں ایک عام سادکان دار تھا۔ جب افغانستان آیا تو کرزئی کا ترجمان مقرر ہو گیا۔ بعد ازاں کرزئی نے اسے کنڑ کا گورنر نامزد کر دیا۔ گورنر اپنے 18 سالہ بیٹے ’حیدر‘ کو بھی کنڑ لے آیا۔ حیدر امریکی ریاست کیلی فورنیا میں زیر تعلیم تھا اور انگلش اچھی بول لیتا تھا۔ سی آئی اے کے ایک اہل کار نے فوجی مرکز کے سکیورٹی سربراہ ’فرینک آرک بولڈ‘ کو بتایا کہ فوجی بیس پر جو لوگ راکٹ حملے کرتے ہیں، ان کا سہولت کار ’عبدالولی‘ نامی شخص ہے۔ امریکی فوج نے گورنر کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ عبدالولی کے رشتہ داروں کو اطلاع ملی کہ امریکی فوجی عبدالولی کی تلاش میں ہیں۔

جون کے وسط میں عبدالولی نے اپنے بھائی اور قبائلی بزرگوں کے ساتھ گورنر ہاؤس جا کر بتایا کہ امریکی فوج کو اس کے بارے کسی نے غلط معلومات فراہم کی ہیں۔ گورنر نے اس سے کہا کہ ’اگر وہ واقعی بے گناہ ہے تو وہ خود امریکی فوج سے تمہاری ضمانت کی بات کریں گے۔‘ گورنر نے مزید کہا کہ عبدالولی خود امریکی فوج کے ساتھ ملاقات کر کے اپنی صفائی پیش کرے۔ عبدالولی امریکی فوج سے خوف زدہ تھا۔ اس نے گورنر سے کہا کہ میں نے سنا ہے، امریکی فوجی بیس میں لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نیند نہیں کرنے دی جاتی۔ قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بدترین اذیت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ گورنر نے کہا ’یہ محض باتیں ہیں۔ میں خود امریکا میں رہا ہوں۔ امریکی اتنے ظالم نہیں ہیں۔‘ عبدالولی اس کے باوجود ڈرتا اور فوجی مرکز جانے سے انکار کرتا رہا۔ بعد ازاں گورنر نے بتایا کہ ’میرا بیٹا آپ کے ساتھ جائے گا۔ اس نے امریکا میں اسکول پڑھا ہے۔ انگلش بول سکتا ہے۔ وہ آپ کی ترجمانی کرے گا۔‘

یہ سن کر عبدالولی کو کچھ اطمینان ہوا اور دونوں پک اَپ میں سوار ہو کر امریکی فوجی اڈے چلے گئے۔ راستے میں عبدالولی بہت گھبرا ہوا اور کانپ رہا تھا، تاہم حیدر اس کو تسلی دیتا رہا۔ مرکزی دروازے کے قریب ایک کمرے میں امریکی فوجیوں نے ان کے ساتھ ملاقات کی۔ فوجی بیس کے سکیورٹی آفیسر ’برائن ہالسٹیڈ‘ نے سوالات شروع کیے۔ جو کچھ پوچھا جاتا، وہ جواب سمیت لکھ لیا جاتا۔ عبدالولی سے پوچھا گیا:

آپ مجاہدین کو جانتے ہیں؟ القاعدہ اور حزبِ اسلامی کیسی تنظیمیں ہیں؟ عبدالولی نے لاعلمی ظاہر کی۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ پاکستان گئے ہیں؟ عبدالولی نے جواب دیا کہ میں قرض دینے پاکستان گیا تھا، لیکن اب میں بھول گیا ہوں کہ کب گیا تھا اور وہاں کتنا عرصہ گزارا؟

واضح رہے کہ کنڑ کے اکثر لوگ اپنی عمر کے بارے میں بھی زیادہ نہیں جانتے۔ عبدالولی کو پاکستان جانے کا وقت معلوم نہیں تھا۔ حیدر کو علم تھا، لیکن وہ بتا نہیں رہا تھا، جس پر امریکی فوج کو شک ہو گیا۔ اس پر سی آئی اے اہل کار غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ وہ عبدالولی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگے کہ 'جھوٹ مت بولو۔ سچ سچ بتادو، ورنہ آپ اور آپ کے تمام خاندان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔' حیدر اکبر اس صورت حال سے ناراض ہو گیا اور ترجمانی سے انکار کر دیا۔ دوسرا ترجمان لایا گیا۔ سی آئی اے عملہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم عبدالولی کو چند دن تحقیقات کے لیے یہاں رکھیں گے۔ حیدر اکبر کو ڈر کے مارے بخار ہو گیا۔ وہ حال ہی میں اسکول سے فارغ ہو کر اپنے اباؤ اجداد کے جنگ زدہ ملک آیا تھا۔ اس نے امریکی فوج کے ان مظالم کا خود مشاہدہ کیا، جو ایک وقت سوویت یونین کے فوجی افغانوں ڈھاتے تھے۔

حیدر باہر جاتے ہوئے عبدالولی کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا: سچ سچ بتادو۔ سپاہیوں نے عبدالولی کو ہتھکڑیاں لگائیں اور اس کے سر پر بوری ڈال کر کمرے میں بند کر دیا۔ ایک فوجی چار گھنٹوں تک عبدالولی کی نگرانی کرتا تھا۔ پہلی رات 'متیو جانسن' نامی فوجی کی باری تھی۔ سی آئی اے کے اہل کار 'ڈیوڈ پاسرو' نے سپاہی کو بتایا کہ عبدالولی سی آئی اے کا قیدی ہے۔ اِس سے تحقیقات کرنی ہیں۔ اس نے جانسن سے کہا کہ اگر وہ رحم دل ہے تو اس جگہ سے چلا جائے، کیوں کہ سی آئی اے کی تفتیش فوج کی تحقیقات سے 'مختلف' ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ دوسرے کمرے میں داخل ہوا اور وہاں موجود کرسیاں توڑ کر چند ٹکڑے ٹھوکر سے اڑا کر دروازے کو لات ماری۔ عبدالولی کو زمین پر لٹا کر مارنا شروع کر دیا۔ قیدی کا سر کبھی دیوار سے مارا جاتا اور کبھی زمین سے۔ ڈیوڈ پاسرو نے عبدالولی پر بہت تشدد کیا۔ اس کو زمین پر لٹایا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ڈیوڈ اس کی پشت پر کھڑا ہو کر تحقیقات کرنے لگا۔ ڈیوڈ پوچھتا کم اور تشدد زیادہ کرتا تھا۔ ڈیوڈ نے عبدالولی سے کہا میں جو پوچھوں، سچ بتانا۔ ورنہ حالت بہت خراب کر دوں گا۔

سی آئی اے کو افغانستان میں قیدیوں کو ہر قسم کی سزا کے اختیارات حاصل تھے۔ اُس کا ہر عمل وہ قانون سے بالاتر تھا۔ اسی سال کے دوران کابل میں سی آئی اے کے دفتر نے اپنے مرکزی دفتر کو خط لکھا: 'ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کچھ قیدیوں کے بارے میں ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ کچھ قیدیوں سے کئی ماہ گزرنے کے باوجود تحقیقات شروع نہیں کی جاسکی ہیں۔ حتی کہ کچھ قیدیوں کے مقدمات کی سماعت ایک سال گزرنے کے باوجود شروع نہیں ہوئی۔'

یہ ایک سچی داستان ہے، جو امریکی فوجی افغانستان میں روزانہ دُہراتے ہیں۔ یعنی امریکا کے پاس کسی بھی قیدی بارے کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ وہ اُسے تشدد کا نشانہ کیوں بنا رہا ہے۔ ایسے کئی عبدالولی ہیں، جو روزانہ امریکا اور اُس کے غلاموں کے بے جواز تشدد کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یقیناً یہ افسانہ پڑھ کر ہر قاری کے دل میں درد کا ایک طوفان اُٹھا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے کئی طوفان جمع کر کے امریکا پر برس جانا چاہیے۔ تو اَب کیا خیال ہے؟ جہاد فرض ہے یا نہیں؟!

عبدالولی سے دوسری رات تحقیقات کرنے کے بعد سی آئی اے افسر ''اسٹیفن جونز'' نے اپنی بیوی کو میسج لکھا کہ: 'قیدی ہمارے ساتھ تحقیقات میں تعاون نہیں کر رہا۔ ہم نے اس کو نیند کے لیے موقع بھی نہیں دیا ہے اور اس پر اتنا تشدد کیا ہے کہ وہ چار دن تک اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔' جب عبدالولی پہلی رات تشدد سے تنگ آیا تو اس نے محافظوں کو اشارہ کیا کہ وہ پستول سے اس کو گولی مار دیں، لیکن محافظوں نے اس کی بات نظرانداز کر دی اور سی آئی اے کے افسر کی ہدایت پر انہوں نے عبدالولی کو مزید شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے ترجمان کے ذریعے پیغام دیا 'اگر وہ راکٹ حملوں میں سہولت کار کا کردار ادا کرنے کا اعتراف کرنا چاہتا ہے تو وہ 'ڈف، ڈف' کے

نعرے لگائے۔ وہ سی آئی اے کے افسر کو بلالیں گے، تاکہ تمہارا مسئلہ جلدی حل کیا جا سکے۔ 20 جون کی رات 'کوین گیٹن' نامی سپاہی کی نگرانی تھی۔ اس نے بتایا کہ عبدالولی کو 24 گھنٹے بعد بھی سونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس کھانا پینا بند کر دیا گیا تھا۔ اسے مسلسل تشدد کا نشانہ بنایا جارہا تھا۔ سپاہی نے بتایا کہ ایسے نفسیاتی تشدد سے قیدی کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی تھی۔ وہ اپنا سر دیوار سے مارتا، اپنے ساتھ باتیں کرتا، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر شدید درد محسوس کرتا۔ اس دوران اس نے 'ڈف ڈف' کے نعرے لگانا شروع کر دیے۔

سپاہیوں سے اس سے پوچھا 'تم مطمئن ہو تو سی آئی اے افسر کو بلائیں؟' تھوڑی دیر بعد ڈیوڈ پاسرو اپنی گاڑی میں پہنچ گیا۔ گاڑی کی لائٹس جل رہی تھیں۔ ہمیں ہدایت تھی کہ رات کے وقت گاڑیوں کی لائٹس بند رکھنی ہیں۔ سپاہیوں نے اس حرکت پر ناپسندگی کا اظہار کیا کہ فوجی بیس میں سی آئی اے کا ایک اہل کار قوانین کی دھجیاں اڑارہا ہے۔ ڈیوڈ پاسرو گاڑی سے نیچے اترا تو اس کے ہاتھ میں پلاسٹک کا ایک کپ تھا، جس سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ ڈیوڈ نے کپ ایک سپاہی کو دیا اور گیٹن کو پیغام بھیجا کہ عبدالولی کے کمرے میں آ جائے۔ ڈیوڈ پاسرو نے عبدالولی سے پوچھا: 'تم کس کے کہنے پر راکٹ حملے کرتے تھے؟' عبدالولی نے جواب دیا 'میں نہیں جانتا۔' ڈیوڈ یہ سُن کر غصے سے بے قابو ہو گیا اور کمرے کی لائٹ بند کر کے عبدالولی پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ عبدالولی نے ڈیوڈ سے پوچھا کہ تم مجھے تشدد کا نشانہ کیوں بنا رہے ہو؟ ڈیوڈ نے کہا چُپ ہو جاؤ۔ تم کو جتنا بھی مارتے ہیں، کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کبھی میں مارتا ہوں اور کبھی گیٹن۔ جب کہ تشدد صرف ڈیوڈ کر رہا تھا۔ گیٹن یہ جھوٹ سُن کر غصے سے بھر گیا، مگر خاموش رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک مسلسل تشدد کے بعد پاسرو کمرے سے نکل گیا۔ اس نے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ عبدالولی کو نیند کا موقع نہ دیا جائے۔ گیٹن 21 جون کو ڈیوٹی پر واپس آیا۔ وہ عبدالولی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نے کسی سے لڑائی کی ہے۔ اس کا چہرہ گرد آلود تھا۔ اس کے ہاتھوں پر خون کے واضح نشان تھے۔ وہ زمین پر نہایت مظلومانہ حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ خود سے آہستہ آواز میں باتیں کر رہا تھا۔

سیفٹن جونز اپنے دفتر میں مصروف تھا۔ ایک اہل کار آیا اور پیغام دیا کہ قیدی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کو طبّی امداد فراہم کی جائے۔ جونز نے قیدی کو دیکھا تو وہ ایک کروٹ لیٹا ہوا تھا۔ اُس کی تقریباً آخری سانسیں چل رہی تھیں۔ اس کا رنگ سفید اور پیلا ہو چکا تھا۔ فوجی مرکز کے ڈاکٹروں نے اس کا چیک اَپ کیا اور اس کو آکسیجن لگا کر بچانے کی کوشش کی، لیکن اب وہ دنیا میں نہیں رہا تھا۔ فوجی مرکز کے کمانڈر مارک میلر نے دوپہر کو گورنر فضل اکبر کو بلایا اور کہا 'میں نے آپ کو ایک بُری خبر بتانے کے لیے بلایا ہے۔ بدقسمتی سے عبدالولی زندہ نہیں رہا۔ گورنر نے تأسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ 'یہ بہت بُری خبر ہے۔' ڈیوڈ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ عبدالولی کوشش کرتا تھا کہ 'وہ ہتھکڑیاں کھول کر اپنا سر دیوار سے مارے۔' مارک میلر نے کہا کہ سینئر حکام چاہتے ہیں کہ میت کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا جائے۔ گورنر اور اس کے بیٹے نے لاش دیکھ کر کہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ نہیں ہوگا۔ اگر اس بات کا کنڑ کے لوگوں کو علم ہو گیا تو اُن کا اشتعال بے حد خطرناک ہوگا۔ وہ ہم سے پوچھیں گے کہ امریکی فوج کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ قیدیوں پر تشدد کرے؟! اور ہمارے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ گورنر کے نہایت اصرار کے بعد امریکی فوج نے عبدالولی کے ڈی این اے ٹیسٹ کا فیصلہ ترک کر دیا اور لاش اس کے ورثاء کے حوالے کر دی۔ (بشکریہ 'ویبا' ویب سائٹ)

یہ ایک سچی داستان ہے، جو امریکی فوجی افغانستان میں روزانہ دُہراتے ہیں۔ یعنی امریکا کے پاس کسی بھی قیدی بارے کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ وہ اُسے تشدد کا نشانہ کیوں بنا رہا ہے۔ ایسے کئی عبدالولی ہیں، جو روزانہ امریکا اور اُس کے غلاموں کے بے جواز تشدد کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یقیناً یہ افسانہ پڑھ کر ہر قاری کے دل میں درد کا ایک طوفان اُٹھا ہو گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے کئی طوفان جمع کر کے امریکا پر برس جانا چاہیے۔ تو آپ کا کیا خیال ہے؟ جہاد فرض ہے یا نہیں؟!

حسن زوی

درندہ صفت حوثی اور یمنی عوام

ہم نے تین سال قبل حوثی باغیوں بارے لکھے گئے مضمون میں واضح کیا تھا کہ 'یہ لوگ دوسروں کے اشاروں پر اٹھے ہیں۔ دوسروں کے اہداف کے لیے لڑنے والے حوثی کبھی بھی پورے ملک پر قبضہ اور ایک منظم حکومت کی تشکیل میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یمن بہت حد تک مذہبی تعصبات اور منافرت سے محفوظ تھا۔ البتہ اب وہ اعتدال خواب ہونے جا رہا ہے۔ یہاں کی خانہ جنگی کے باعث ایران اور سعودی عرب ہیں۔ ان دونوں ممالک کی باہمی چپقلش سے پورا مشرق وسطی جنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔' یمن میں حوثیوں نے حکومت گرا تو دی، مگر نئی منظم حکومت نہیں بنا سکے۔ ایران اور لبنان کی حزب اللہ حوثیوں کے ساتھ ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ہر طرح کا عسکری و مالی تعاون کر رہے ہیں۔ یمنی حکومت کی مدد کے لیے سعودی سربراہی میں اتحاد قائم ہوا ہے، جو حوثیوں پر فضائی بمباری کر رہا ہے۔ اس میں بہت سے بے گناہ انسان مارے جا رہے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کا کہنا ہے کہ حوثی جنگجوؤں نے اب تک امدادی اداروں کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ محصور علاقوں میں بچوں کو صحیح طریقے سے غذائی مواد فراہم کیا جا سکے۔ جس کی وجہ سے بہت سے علاقے غذائی مواد سے محروم ہیں۔

مئی 2017 میں عالمی اداروں کی جانب سے شائع اعداد و شمار کے مطابق شدید بھوک اور قحط کے شکار علاقوں میں بھیجے گئے غذائی مواد کے 63 سمندری جہاز اور 550 قافلے حوثی باغیوں نے لوٹ لیے تھے۔ اس لوٹ مار کی وجہ سے غذائی اجناس کی آمد بہت کم ہو گئی ہے، جس کے نتیجے میں یمن کا 78 فیصد حصہ شدید قحط کا شکار ہے۔ اسی طرح حوثی باغیوں نے صنعاء کے ایک ہسپتال سے اسلحے کے زور پر تمام مریض باہر نکال دیے۔ جب کہ نجران کے ایک ہسپتال پر ہونے والی فائرنگ کے باعث سب مریض باہر نکلنے پر مجبور کر دیے گئے۔ یمن میں سعودیہ ایران جنگ کے نتیجے میں مختلف علاقوں میں 2 ہزار اسکول بند پڑے ہیں۔ عالمی اداروں کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق 2017 میں جنوری تا مئی حوثیوں نے یمن کے الگ الگ صوبوں میں 1 ہزار 500 افراد، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، گرفتار کر کے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔

حوثی باغی گزشتہ سالوں میں ایتھوپیا اور صومالیہ سے یمن آنے والے مہاجرین کو زبردستی مسلح کر کے اپنے مخالفین کے خلاف لڑنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ 2017 میں حوثیوں اس کا اعتراف کیا تھا۔ حوثیوں کے مظالم صرف سنیوں تک محدود نہیں، بلکہ شیعہ بھی ان کے ظلم سے محفوظ نہیں ہیں۔ اپنے زیر قبضہ علاقوں سے شیعہ نوجوانوں کو زبردستی جنگ کے لیے نکالا جاتا ہے۔ آزاد ذرائع کی رپورٹ کے مطابق اب تک حوثی 10 سے 16 سال کی عمر کے 10 ہزار بچے زبردستی جنگ میں داخل کر چکے ہیں، جن میں سے بہت سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اپنے زیر قبضہ علاقوں میں غریب خاندانوں کی بچیاں بھی جنگ میں استعمال کی جا رہی ہیں۔ رپورٹس کے مطابق اب تک حوثیوں کی جانب سے 500 بچیوں کو تربیت دے کر انہیں فوج میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی رپورٹس میں لکھا ہے کہ یمن کے 22 صوبوں کی 130 مساجد اور 148 مراکز پر حوثیوں نے حملے کیے ہیں۔ 80 مساجد میں بم رکھ کر انہیں تباہ کر دیا ہے۔ 41 مساجد کو تباہ کرنے کے لیے بم رکھے گئے، مگر انہیں جزوی نقصان پہنچا۔ 16 دار الحفاظ بھی تباہ کر دیے گئے ہیں۔ 157 مساجد کو مورچہ بنا لیا گیا ہے۔ یمن میں انسانی حقوق کے ذمہ دار محمد عسکر نے میڈیا کو بتایا کہ حوثی جنگجو اب تک 600 اماموں اور واعظین کو گرفتار کر کے لے جا چکے ہیں، جنہیں شدید اذیت دی جاتی ہے۔ ان میں سے بہت سے شہید بھی ہو چکے ہیں۔ حوثی سربراہ عبد المالک نے گزشتہ رمضان المبارک میں ایک اعلامیہ جاری کیا تھا، جس میں تمام ائمہ مساجد کو تراویح سے منع کیا گیا تھا۔ اسی طرح یمن کی وزارت حج و عمرہ کے سیکرٹری نے میڈیا کو بتایا کہ گزشتہ سال حج پر جانے والے ہزاروں افراد کو حوثیوں نے زبردستی روک دیا۔ 2 ہزار سے زائد افراد کے پاسپورٹ بھی چھین لیے گئے۔ حوثیوں نے سعودی اتحادی فوج اور یمنی فوج کا راستہ روکنے کے لیے مختلف علاقوں میں بارودی سرنگوں کے جال بچھا دیے ہیں، جن سے اب تک سیکڑوں یمنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ دنیا کی بڑی قوتیں مظلوم یمنیوں کے خلاف یہ سارے مظالم دیکھ رہی ہیں، مگر وہ کچھ نہیں کرنا چاہتیں۔ کیوں کہ اس جنگ میں ان کے مفادات پوشیدہ ہیں۔

سیف العادل احرار

کٹھ پتلی حکومت کے خلاف عوامی احتجاج

امریکا نے افغانستان پر یلغار کے بعد اپنے ناجائز قبضے کو دوام بخشنے اور امارت اسلامیہ کی مزاحمت کا راستہ روکنے کے لیے جرائم پیشہ عناصر کو فوج میں بھرتی کیا۔ گرے ہوئے لوگوں کو مسلح کر کے انہیں تمام اختیارات تفویض کیے۔ جرائم پیشہ عناصر نے مظلوم عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیے۔ شریف لوگ ان کے مظالم سے تنگ آ گئے۔ کئی بار احتجاج بھی کیا، لیکن ان کی شنوائی نہیں ہو رہی تھی، جس کے رد عمل میں عوام نے امریکی دباؤ اور کٹھ پتلی فورسز کے مظالم کے باوجود کھلم کھلا مجاہدین کی حمایت شروع کر دی۔ جس کی بدولت مجاہدین نے بہت جلد مختلف صوبوں میں پیش رفت کی اور دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔ اللہ کی مدد اور عوام کی حمایت سے مجاہدین نے ستر فیصد سے زائد رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کیا۔ ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں عوام پُرامن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جن علاقوں پر اب تک کٹھ پتلی حکومت کا تسلط ہے، وہاں کے عوام جرائم پیشہ عناصر کا ظلم سہنے پر مجبور ہیں۔ غزنی، پکتیا، خوست اور دیگر صوبوں میں گزشتہ دو ماہ کے دوران کٹھ پتلی فورسز نے نہتے شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور انہیں بلاوجہ حراست میں لیا۔ شہریوں نے لاشیں لے کر گورنر ہاؤس کے سامنے احتجاج کیا، لیکن ظالم فورسز نے مظاہرین نے فائرنگ کر دی۔ جس کے نتیجے میں کئی افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ بعد ازاں عوام نے مختلف صوبوں میں بڑے پیمانے پر احتجاج کیا۔ ریلیاں نکالیں اور مظاہرے کیے۔ مقررین نے مظاہرین سے خطاب میں کہا کہ اشرف غنی بے بس نظر آ رہے ہیں۔ مقامی سطح پر فورسز کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔ قانون نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ لوگوں کو دن دیہاڑے اغوا کیا جاتا ہے۔ دکانوں پر چھاپے مار کر قیمتی سامان لوٹ لیا جاتا ہے۔ شریف لوگوں کو بے عزت کیا اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ حکومت بے بس ہے تو مستعفی ہو جائے۔ مقررین نے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ بصورت دیگر احتجاجی تحریک میں شدت لانے کی دھمکی دی۔

عوام میں سیاسی شعور پیدا کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ افغان عوام میدان میں آ چکے ہیں۔ مختلف صوبوں میں عوام فورسز کے مظالم کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ غزنی، پکتیا اور دیگر صوبوں میں بڑے پیمانے پر احتجاجی سلسلے نے حکومت اور فورسز کو شدید پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ جب ہزاروں لوگ سرد موسم میں سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرنے لگے تو کٹھ پتلی فورسز نے بوکھلاہٹ کے مارے لوگوں پر طاقت کا بدترین استعمال کیا۔ افغان حکام نے دنیا کو یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی کہ وہ ان مظاہرین کو کنٹرول کرنے کی سکت رکھتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ عوام کی آواز دبانا حکومت کی بس کی بات نہیں ہے۔ امریکا کے زیر تسلط حکمرانوں نے افغان عوام کو امن اور ترقی کے حوالے سے جو سبز باغ دکھائے تھے، وہ سب فریب ثابت ہوئے۔ افغان عوام حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں میں احتجاج پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جس کے باعث کٹھ پتلی حکمرانوں کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہے۔

افغانستان پر امریکی قبضے کے بعد کٹھ پتلی حکمرانوں نے گزشتہ سترہ برس کے دوران ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری عروج پر ہے۔ غریب لوگ روزگار کی تلاش کے لیے باہر ممالک کا رخ کر رہے ہیں، جہاں انہیں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ یہاں استعماری قوتوں کے قبضے کے بعد ڈالر کا سیلاب آیا، تاہم مخصوص لوگوں ہی کی جیبیں بھری گئیں۔ کرپشن اور بدعوانی میں افغانستان تاریخ میں پہلی بار بدنام ہوا اور بدعنوان ممالک کی لسٹ میں سرفہرست ہے۔ افیون کی کاشت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ حکومت کے اندر اختلافات نے نظام کو مفلوج کر دیا ہے۔ امریکا نے القاعدہ کے خاتمے کے بہانے افغانستان پر چڑھائی کی، لیکن امریکی موجودگی میں داعش نے سر اٹھایا۔ اس کو ایک سازش کے تحت یہاں قدم جمانے کا موقع دیا گیا۔ حامد کرزئی سمیت حکومت میں شامل اعلی حکام امریکا پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ امریکا ہی درپردہ داعش کی حمایت کر رہا ہے۔ مظلوم افغان عوام ایک جانب ظالمانہ نظام اور جرائم پیشہ عناصر پر مشتمل فورسز کے مظالم کے شکار ہیں دوسری جانب داعش اور بلیک واٹر کے اجرتی بھی انہیں نشانہ بنا رہے ہیں۔

سترہ سال سے ظالمانہ نظام کی زنجیروں میں جکڑے افغان عوام غلامی کی زنجیر توڑنے کے لیے میدان عمل میں نکل آئے ہیں۔ ہلمند، فراہ، قندوز، ننگرہار، غزنی، فاریاب، تخار، پکتیا سمیت دیگر صوبوں میں قابض امریکی فوج نے متعدد بار شہریوں کو نشانہ بنایا۔ مساجد، اسکولوں، کلینکس، شہروں اور کھیتوں پر فضائی حملے کیے جا رہے ہیں۔ ٹرمپ کی جنگی حکمت عملی کے اعلان کے بعد امریکی فوج کے فضائی حملوں اور چھاپوں میں اضافے کے باعث شہری ہلاکتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ غلام حکومت شہری ہلاکتوں پر رد عمل ظاہر کرنے کے بجائے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام بڑے شہروں میں احتجاجی مظاہرے کریں۔ دیگر صوبوں کے لوگ بھی غزنی اور پکتیا کے مظاہرین کے حق میں ریلیاں نکالیں۔ اور دنیا پر واضح کریں کہ اشرف غنی کی حکومت ان کی نمائندہ نہیں، بلکہ درحقیقت وہ قابض فوج کی ترجمان ہے۔ امریکی اور افغان فورسز کی جانب سے مسلسل شہریوں کا قتل عام کسی المیے سے کم نہیں۔ کٹھ پتلی حکومت حقِ حکمرانی کھو چکی ہے۔ عوام قابض قوتوں اور ان کے غلاموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مظاہروں کے سلسلے کو وسعت دیں۔ جن صوبوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

فتویٰ ایمان فروشوں کا

محمد عابد

دارالحکومت کابل میں امریکی ایماء پر کچھ نام نہاد علماء نے امریکی سفارت خانے میں لکھے گئے مسودے کو ایک بڑی کانفرنس میں ’’شرعی فتویٰ‘‘ کا نام دے کر جاری کیا ہے۔ جس کے مطابق ’افغانستان میں امریکا اور اس کے اتحادی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد غیر شرعی اور ناجائز ہے۔‘

یہ فتویٰ ایک ایسے وقت میں سامنے آیا ہے، جب افغانستان کی زمین اور فضاء دونوں پر امریکا کا کنٹرول ہے۔ افغانستان کے تمام اہم ہوائی اڈوں اور اسٹریٹیجک اہمیت کے فوجی مراکز امریکی فوج کے قبضے میں ہیں۔ سیاسی، دفاعی، اقتصادی اور عدالتی امور میں امریکا کی مرضی چلتی ہے۔ امریکا کی فوجی موجودگی کی وجہ سے یہاں ہر دن شہروں اور قصبوں میں وحشیانہ بمباری اور رات کے چھاپوں میں درجنوں بچے، خواتین اور بزرگ شہید ہو جاتے ہیں۔ ان ایمان فروشوں اور ضمیر فروشوں کے حال پر افسوس ہے، جنہوں نے چند ٹکوں کی خاطر ایک ناقابل برداشت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ انہوں نے کالے کو سفید اور سفید کو کالا قرار دینے میں ذرا برابر خجالت کا احساس نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی اس مردود جسارت پر افغان عوام کی عظمتوں کی زریں تاریخ کو داغ دار کیا ہے۔

اسی قسم کے ایمان فروش افراد نے تاریخ کے ہر دور میں اپنے انفرادی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دی ہے۔ ایسے لوگ قومی مفاد، دینی اور سماجی اقدار کو ہمیشہ اپنے انفرادی مفاد اور ہوس پرستی کی نذر کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی آزادی اور سرزمین بھی غیروں کے ہاں نیلام کر دی۔ کفار کے غلبے کے لیے اسلامی شریعت کے قطعی احکام میں تحریف اور تغیر سے بھی دریغ نہیں کیا، جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمان امت گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔

اس سے قبل سوویت یونین کے خلاف جہاں افغانستان کے طول و عرض میں جہادی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، اس وقت بھی اسی طرز پر کمیونسٹ حکومت نے ’شئون اسلامی‘ کے نام سے کچھ افراد کو علماء کے لباس میں یکجا کر کے ان سے جہاد کو غیر شرعی اور مجاہدین کو شیطان کا پجاری قرار دینے کا فتویٰ لیا تھا۔ آج بالکل اسی شکل و صورت میں امریکا نے اپنی ناکامیوں اور رسوائیوں کو چھپانے کے لیے کچھ ضمیر فروشوں کو علماء کے نام سے جمع کر کے ان سے جہاد اور مجاہدین کے خلاف مذکورہ شرم ناک فتویٰ لیا ہے۔ دوسری جانب افغانستان کے علماء کی بھاری اکثریت مجاہدین کے شانہ بہ شانہ کھڑی ہے۔ انہوں نے کابل کی اس نام نہاد علماء کانفرنس کے فیصلے کو نہ صرف اسلام کے خلاف، بلکہ افغان اقدار کے بھی منافی قرار دیا۔ اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی اور اسے افغانستان اور اسلامی کی تاریخ میں ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا۔

افغان عوام دینی اور روحانی علماء کے فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بشرط یہ کہ وہ اسلامی شریعت اور قرآنی نصوص سے متضاد نہ ہوں۔ افغانستان کے نامور جید علماء کے نزدیک کابل میں علماء کانفرنس کی علمی اور شرعی لحاظ سے کوئی اہمیت ہی نہیں۔ اس غیر شرعی فتوی سے جاری مقدس جہاد پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ ہر ذی شعور شخص جانتا ہے کہ افغانستان کے تمام مسائل کی جڑ امریکا کی فوجی موجودگی ہے۔ جب تک امریکا کے ناپاک قدم اس سرزمین پر موجود رہیں گے، تب تک امن کی خواہش عبث اور بے جا ہے۔ اگر امریکا واقعی امن چاہتا ہے تو افغانستان کے حوالے سے اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرتے ہوئے افغانستان سے اپنے فوجی نکالے۔ افغان عوام کے درمیان مختلف ناموں سے نفرتوں کے بیج بونے سے گریز کرے۔

سید سعید

جنگی جرائم مئی ۲۰۱۸

3مئی 2018 کو قابض اور افغان فوج نے مشرقی صوبہ ننگرہار کے کے ضلع خوگیانو کے علاقے نکڑ خیل اور خواران پر چھاپے کے دوران ایک عام شہری اور پانچ افراد کو حراست میں لیا۔ اس کے علاوہ لیویز اہل کاروں نے جلال آباد سے لوگر جانے والے ٹرک کو آگ لگا دی۔ اس میں سوار تین تاجروں کو شہید کر دیا۔

4مئی کو صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے علاقہ پیر خیل پر جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ عثمان نامی شخص کو شہید، جب کہ پندرہ شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ اسی دن صوبہ فاریاب کے ضلع خیبر میں پولیس نے ایک پیش امام ملا سعادت کو شہید کر دیا۔

8مئی کو افغان فضائیہ نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ، حسن خیل، زمبورک اور علم خیل پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت سات شہری شہید، جب کہ سات افراد زخمی ہوگئے۔ اسی روز فوج نے سید آباد کے علاقے تنگی درہ اور جوزرین بازار پر گولہ باری کی، جس کے نتیجے میں ایک طالب علم سمیت چھ عام شہری شہید اور پانچ افراد زخمی ہوگئے۔

10مئی کو بادغیس کے ضلع مقر کے علاقے میر حمزہ میں پولیس کی فائرنگ سے تین شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ اگلے روز ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے یوسی 29 میں قابض اور کٹھ پتلی فوج کی مشترکہ کارروائی میں ایک عالمِ دین مولوی عدنان سمیت تین افراد کو حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔

12دسمبر کو امریکا نے صوبہ پکتیکا کے ضلع چار بران کے قریب شادی کی تقریب پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ کنڑ کے ضلع خاص کنڑ کے علاقے موصل پر قابض فوج کے چھاپے کے دوران ایک شہری شہید اور ایک استاد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے اگلے روز پولیس نے قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے شہروان میں دو افراد کو شہید کر دیا۔

15مئی کو فاریاب کے ضلع لولاش کے علاقے قصات میں فوج کی فائرنگ سے ایک خاندان کے چار افراد زخمی ہوگئے۔ اگلے دن غور کے دارالحکومت کے قریب فیروز کوہ میں فوج کی کارروائی میں ایک معصوم بچہ شہید اور ایک شخص زخمی ہوگیا۔

17مئی کو صوبہ سرپل کے لغمان شہر میں پولیس کی فائرنگ سے چار شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی دن مشرقی صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے امبار خانہ میں قابض اور کٹھ پتلی فوج نے مشترکہ کارروائی کے دوران دو افراد کو شہید اور دو افراد کو حراست میں لے لیا۔ جب کہ صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے گاؤں گلدار میں فوج نے ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کے استاد قاری میر عباس اور دو شاگردوں کو شہید کر دیا گیا۔

19 مئی کو غزنی کے ضلع خوگیانی کے علاقے خیر آباد پر حملہ آوروں نے بمباری کی، جس کے نتیجے میں ایک مسجد شہید اور کئی مکانات تباہ ہوگئے۔ اگلے دن فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے پیووپر حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فوج نے چھاپہ مارا۔ 8 افراد شہید، جب کہ متعدد افراد زخمی اور حراست میں لے لیے گئے۔ اسی طرح ننگرہار کے ضلع غنی خیل کی یوسی 28 اور 29 میں حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فوج نے مشترکہ کارروائی کے دوران دو افراد کو حراست میں لے لیا۔ جب کہ صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے گاؤں زمبر میں پولیس نے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

23 مئی کو قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل گل زمان بازار پر قابض اور کٹھ پتلی فوج نے چھاپہ مارا۔ پانچ دکان داروں کو شہید، جب کہ آٹھ افراد کو حراست میں لے لیا۔ اگلے دن 2 شہریوں کو شہید کر دیا گیا۔ صوبہ لوگر کے ضلع بارک برک کے علاقے چیلٹن میں حملہ آوروں اور داخلی فوج کے قبضے میں تین شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب 'پادخواب' نامی گاؤں میں پولیس کی فائرنگ سے خواتین اور بچوں سمیت 7 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

26 مئی کو حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فوج نے ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے گولائی میں چھاپے کے دوران گھروں کے دروازے بموں سے اڑادیے اور گھر گھر تلاشی کے دوران قیمتی سامان بھی لوٹ لیا۔ اسی دن لوگر کے ضلع محمد آغی کے گاؤں برگ میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص شہید، جب کہ چار افراد گرفتار کر لیے گئے۔ اسی طرح غزنی کے ضلع گیلان کے بازار میں لیویز اہل کاروں نے حاجی امیر خان کو شہید کر دیا۔

27 مئی کو پکتیا کے ضلع سید کرم کے علاقے 'کوہ سین' پر امریکی ڈرون حملے میں ایک خاندان کے پانچ افراد شہید ہوگئے۔ اگلے دن فاریاب کے ضلع چھلگزی کے علاقے قلندر بازار میں پولیس کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید، جب کہ ایک بچہ زخمی ہو گیا۔

29 مئی کو ہلمند کے ضلع نادعلی کے علاقے خلقہ چاراہی میں لیویز اہل کاروں نے ایک خاندان کے چار افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔ اسی طرح قندھار کے ضلع شاولیکوٹ کے علاقے کجور میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی فوج کی مشترکہ کارروائی کے دوران دو افراد شہید ہوگئے۔ ہلمند کے ضلع نکجی کے علاقے باباکاریز میں قابض اور کٹھ پتلی فوج نے مجاہدین کی دو جیلوں پر چھاپہ مار کر مختلف جرائم میں قید 93 قیدیوں کو نکال کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ فوج نے اس علاقے میں ایک کلینک بھی مسمار کر دیا۔

31 مئی کو ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج کے ایک گاؤں پر قابض فوج نے بمباری کی، جس میں تین افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح پکتیا کے ضلع داومنی کے مضافات میں پولیس نے دس سالہ معصوم بچہ شہید کر دیا۔ جب کہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے انبار خانہ میں قابض اور کٹھ پتلی فوج نے چھاپے کے دوران ایک خاندان کے چار افراد شہید، جب کہ دو افراد کو حراست میں لے لیا۔

ذرائع:

بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

احمد فارسی

افغانستان جون ۲۰۱۸ میں

(یہ رپورٹ صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔)

جون میں مجاہدین نے کئی اہم کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے ایک ضلع اور درجنوں چوکیاں فتح کیں۔ اس کے علاوہ دشمن کے درجنوں اہل کاروں نے ہتھیار پھینک کر مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ جب کہ اس ماہ دشمن کا ایک اہم رہنما بھی ہلاک ہوا۔ ایسے واقعات کی تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

سب سے بڑا قاتل ہلاک:

28جون کو اسپیشل فوج کے کمانڈر اور صوبہ پکتیکا کے سفاک اہل کار عزیز اللہ کاروان کو کابل شہر کے علاقے مکرویان میں ہلاک کر دیا گیا۔ کاروان ایک معروف مجرم اور افغانستان میں سی آئی اے کے قابل اعتماد جاسوسوں میں سے تھا۔ جنہوں نے ظلم اور بدسلوکی میں بین الاقوامی شہرت حاصل کی تھی۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کئی سال سے اس کی تلاش میں تھے۔ اس کی ہلاکت مجاہدین کی بڑی کامیابی ہے۔ جب کہ دشمن اور خاص طور پر امریکا کے لیے بڑا نقصان ہے۔

دشمن سے علیحدگی اور مجاہدین میں شمولیت:

جون میں بھی گزشتہ مہینوں کی طرح دشمن کی صف کے سیکڑوں فوجی اہل کار، افسر اور مختلف محکموں میں کام کرنے والے ملازمین نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی۔ 3 جون کو صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن کے گورنر، سکیورٹی کمانڈر اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر نے اپنے تمام عملے سمیت مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ 13 جون کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ ضلع پرچمن میں متعدد کمانڈروں نے درجنوں فوجیوں اور پولیس اہل کاروں سمیت ہتھیار ڈالنے اور مجاہدین کے ساتھ یکجا ہونے کا اعلان کیا ہے۔ 23 جون کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز میں کابل انتظامیہ کے 90 مسلح اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں بھی 17 لیویز اہل کاروں نے مجاہدین کی صف میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے ایک دن بعد صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں ایک اہل کار نے اپنے کمانڈر کو قتل کرنے کے بعد مجاہدین کے ساتھ ملنے کا اعلان کیا۔ مزید تفصیلات کے لیے امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں جلب و جذب کمیشن کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

شہریوں کا قتل عام:

جون میں بھی دشمن نے مظلوم شہریوں پر ظلم کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ 2 جون کو شہریوں کو انصاف اور تحفظ فراہم کرنے والی سی آئی پی جی نامی تنظیم نے ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق مئی میں 138 شہری جاں بحق، جب کہ 337 زخمی ہوئے تھے۔ اسی روز چیف ایگزیکٹو کے مشیر داؤد سلطان نے کہا کہ عام شہریوں پر امریکی فوج کے بڑھتے ہوئے ظلم و سربریت کے باعث امارت اسلامیہ کی حمایت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے ایرانی میڈیا کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہر افغان غیر ملکی فوج کی موجودگی کے خلاف ہے۔ افغانستان کے تمام مسائل

کی بنیادی وجہ غیر ملکی فوج کی موجودگی ہے۔ اسی دن حملہ آوروں نے ننگرہار کے ضلع ہسکہ مینہ میں شہری آبادی پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں درجنوں معصوم افغان شہید اور زخمی ہوئے۔

5 جون کو قابض اور اجرتی فوج کی مشترکہ کارروائی کے نتیجے میں صوبہ اروزگان کے ضلع دہراود میں خواتین اور بچوں سمیت 17 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ 6 جون کو دشمن نے صوبہ لوگر کے دارالحکومت میں دو مساجد کو بموں سے اڑا کر شہید کر دیا۔ 8 جون کو سفاک دشمن نے ایک بار پھر صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک میں مظلوم شہریوں کو نشانہ بنایا اور متعدد افراد کو شہید کر دیا۔

الخندق آپریشنز:

الخندق آپریشن کے تحت فتوحات اور کامیابیوں کا نیا سلسلہ 3 جون کو صوبہ فراہ میں ضلع پرچمن کی فتح سے شروع ہوا۔ اس کے بعد 21 جون کو مجاہدین نے صوبہ لغمان سے مکمل طور پر داعش کا صفایا کر دیا۔ اس دوران داعش کو امریکی فضائیہ کی حاصل تھی۔ تاہم مجاہدین نے بڑی دلیری کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور صوبہ لغمان سے اُس کی جڑ ہی کاٹ دی۔ 23 جون کو مجاہدین نے صوبہ لوگر کے ضلع جلریز میں دشمن کے فوجی بیس اور چوکیوں پر حملہ کیا۔ اس دوران دشمن کے 90 اہل کاروں نے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ 30 جون کو صوبہ تخار میں مجاہدین نے دشمن کا ایک بڑا فوجی اڈہ بھی فتح کیا۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے جون میں دشمن پر درجنوں چھوٹے اور بڑے حملے کیے، جن کی تفصیل امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

درباری علماء کا اجتماع:

حملہ آوروں کی طرف سے مسلسل دباؤ، مختلف ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کو دھوکہ دینے، مسلسل شکست اور ناکامی سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے 4 جون کو کابل میں درباری علماء کا اجتماع منعقد کیا گیا۔ تاہم اجتماع کے آخری وقت داعش نے اس پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں متعدد افراد جاں بحق اور زخمی ہوئے۔

تین دن کی جنگ بندی:

9 جون کو امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ مجاہدین تین دن جنگ بندی کریں گے۔ کابل انتظامیہ کے فوجیوں اور اہل کاروں پر حملے نہیں کیے جائیں گے۔ اعلامیے میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ حملہ آوروں کو اس جنگ بندی سے استثناء حاصل نہیں ہے، بلکہ مجاہدین ان پر جب موقع پائیں، حملہ کریں گے۔ اعلامیے میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ کابل انتظامیہ کے سپاہی اور پولیس اہل کار مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے جا سکتے ہیں۔ مجاہدین نے اس موقع سے خوب فائدہ حاصل کرتے ہوئے دشمن کی جانب سے عوام کے ذہنوں میں دشمن کے انڈیلے ہوئے نفرت آمیز پروپیگنڈوں کی حقیقت سے آشنا کیا۔ افغان عوام نے مجاہدین کی اس جنگ بندی کا خیر مقدم کیا اور جنگ بندی کے تین دن کے دوران پورے ملک میں ایک اہل کار بھی ہلاک نہیں ہوا۔ جس نے مجاہدین کی اطاعت، نظم وضبط، اتحاد اور وطن سے محبت کے جذبے کو ثابت کیا۔ بہت سے حقائق سے عوام اور بین الاقوامی دنیا کو آگاہ کیا۔

کابل انتظامیہ کے اختلافات:

کابل انتظامیہ میں اختلافات کا سلسلہ پہلے دن سے شروع ہے، جو اب تک جاری ہے۔ اس سلسلے میں 9 جون کو اشرف غنی نے پانی اور توانائی کے وزیر کو برطرف کر دیا۔ تاہم اب تک باقاعدہ اس کا نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا تھا کہ ڈاکٹر عبداللہ نے اعلان کیا کہ مذکورہ وزیر اپنے عہدے پر بحال ہیں۔ اس کشمکش کے دوران موصوف نے اپنا کام جاری رکھا کہ اشرف غنی کے مسلح اہل کاروں نے ان کے دفتر پر چھاپہ مار کر انہیں زبردستی دفتر سے نکال دیا۔ اسی طرح 13 جون کو شہری آبادی کے وزیر نے اپنے چار مشیروں اور 26 جون کو مالیاتی وزیر نے مستعفی ہونے کا اعلان کیا۔ واضح رہے مالیاتی وزیر کا شمار اہم حکام اور اشرف غنی انتظامیہ کے قریبی لوگوں میں ہوتا ہے، جس کو ہٹانے سے اشرف غنی انتظامیہ کو مزید مشکلات اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ماہِ رمضان میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	58	0	0	0	83	34	29	4	2	
2-	ہلمند	135	0	0	0	197	112	17	6	3	
3-	زابل	48	0	0	0	89	27	23	3	14	
4-	روزگان	29	0	4	3	64	31	35	4	7	
5-	فراہ	57	0	0	0	117	20	10	0	7	
6-	غور	10	0	0	0	17	13	0	0	0	
7-	ہرات	32	0	0	0	55	42	7	4	11	
8-	نیمروز	22	0	0	0	36	5	3	0	1	
9-	بادغیس	35	0	0	0	137	78	4	7	17	
10-	فاریاب	40	0	0	0	93	85	19	3	9	
11-	کونڑ	33	0	0	0	25	13	4	0	0	
12-	ننگرہار	66	0	0	0	75	101	15	4	4	
13-	لغمان	11	0	0	0	14	10	1	2	0	
14-	نورستان	1	0	0	0	1	2	0	0	0	
15-	کابل	30	0	0	0	32	50	12	0	2	
16-	میدان ورگ	69	0	0	0	75	44	36	0	3	
17-	غزنی	88	0	0	0	234	102	27	7	14	
18-	خوست	29	0	0	0	16	33	5	0	0	
19-	لوگر	54	1	6	0	77	41	18	7	7	
20-	کاپیسا	10	0	0	0	12	10	3	0	0	
21-	پروان	9	0	0	0	6	6	1	0	0	
22-	پکتیکا	20	0	0	0	25	13	3	0	0	
23-	پکتیا	61	0	1	2	89	55	9	5	6	
24-	قندوز	29	0	0	0	157	52	14	1	5	
25-	بغلان	27	0	0	0	33	36	20	1	0	
26-	تخار	11	0	0	0	67	39	2	0	0	
27-	سمنگان	2	0	0	0	0	0	0	0	0	
28-	بدخشان	4	0	0	0	4	6	0	0	1	
29-	بامیان	1	0	0	0	0	0	0	0	0	
30-	بلخ	20	0	0	0	29	38	3	0	0	
31-	جوزجان	5	0	0	0	8	2	1	1	0	
32-	دای کنڈی	6	0	0	0	9	3	0	0	3	
33-	سرپل	5	0	0	0	3	6	0	0	0	
34-	پنجشیر	1	0	0	0	0	0	0	0	0	
مجموعہ		**1058**	**1**	**11**	**5**	**1879**	**1109**	**321**	**59**	**116**	

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
7th Year July 2018

امیر المومنین کے پیغام کے متن سے

یہ بات بہت تکلیف دہ ہے کہ جس OIC کی بنیاد سعودی شاہ فیصل رحمہ اللہ نے رکھی تھی، اس کا مقصد عالمِ اسلام کے حقوق کا تحفظ و دفاع تھا۔ بدقسمتی سے اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے دشمن کے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے ایسے فیصلے صادر ہو رہے ہیں، جن میں عالمِ اسلام کی خیر خواہی کے بجائے دشمن کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ میں امت مسلمہ کے علمائے کرام اور 'او آئی سی' کے سابق میں عالمِ اسلام کی بھلائی کے لیے انجام دی گئی خدمات کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ افغانستان میں جاری شرعی جہاد بارے کابل کانفرنس اور او آئی سی کے پلیٹ فارم سے سامنے آنے والے جہاد مخالف فیصلوں کو صریح قرآنی نصوص کے خلاف، اس تنظیم اور اس کے سمجھ داربانیوں کی توہین سمجھتا ہوں۔